نوٹس

20

عصری ہندوستان کے سماجی، ثقافتی مسائل

گذشتہ سبق میں آپ نے ہندوستان کے سماجی ڈھانچہ کے بارے میں پڑھا تھا۔آپ نے قبائل، دیہی اور شہری سماجوں، ذات اور طبقہ کے لحاظ سے طبقاتی ترتیب کے بارے، خاندان، شادی اور ہندوستانی سماج میں عورتوں کی حیثیت کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ہندوستان سماج کا ارتقاء کئی ادوار سے ہوکر گذرا ہے اور متنوع میدانوں میں پیش رفت ہوئی ہے۔آپ نے گذشتہ اسباق میں ہندوستانی سماج میں سماجی اصلاحات کے بارے میں بھی پڑھا ہے۔تاہم ہر سماج میں سماجی اور معاشی مسائل ہوتے ہیں، جن پر غور کرنے اور ان سے نمٹنے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس سبق میں ہم ان اہم سماجی، ثقافتی مسائل کے بارے میں پڑھیں گے، جن پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔عوام کی اور خاص طور سے کمزور طبقات مثلاً عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی سلامتی وتحفظ عصری ہندوستانی سماج کے اہم مسائل ہیں۔ اگر ہمیں اپنی سماجی اور ثقافتی اقدار کو محفوظ رکھنا ہے تو ہمیں ان مسائل کے حل پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کچھ اہم سماجی، ثقافتی مسائل جن کا حل تلاش کرنے کی فوری طور پر ضرورت ہے ذات پرستی، جہیز کی لعنت، فرقہ پرستی، شراب خوری، نشیلی ادویات کی لت وغیرہ ہیں دوسرے ایسے کئی مسائل ہیں جن کا ملک کو عام طور پر اور علاقوں اور برادریوں کو خاص طور پر سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کے بارے میں ہم سب کو مل کر سوچنا چاہیے۔ کیا آپ اس طرح کے دوسرے مسائل کی فہرست بنا سکتے ہیں؟

مقاصد

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ:

- عصری ہندوستان سماج کے بڑے اور اہم مسائل کو درج فہرست کرسکیں گے؛
- ذات کے نظام، جہیز اور نشے کی لعنت جسے مسائل کے بارے میں تبادلۂ خیال کرسکیں گے؛
- کمزور گروپوں مثلاً عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے جڑے ہوئے مسائل کو پرکھ سکیں گے؛ اور

نوٹس

- معاشی مسائل مثلاً غریبی اور بیروزگاری کے بارے میں تبادلۂ خیال کرسکیں گے۔

20.1 ذات کا نظام

جیسا کہ آپ گذشتہ سبق میں پڑھ چکے ہیں کہ اس وقت چار ذاتیں تھیں، کیا آپ ان کو یاد کرسکتے ہیں؟ ان کو نیچے دی گئی جگہ پر لکھ سکتے ہیں؟

1۔____________، 2۔____________، 3۔____________، اور

4۔____________۔

ہندوستان میں ذات کے نظام کی جڑیں قدیم ہندوستان میں پیوست ہیں۔ آشرم دھرم کے ذریعہ دنیا میں فرد کی زندگی سے متعلق قوانین اور فرائض کے وضع کیے جانے کے بعد ہی ورن یا ذات نظام نے اس مخصوص ذات کے لیے فرائض تفویض کردیے، جس سے کہ فرد کا تعلق تھا۔ قدیم ادوار میں ان سب کو سماجی حیثیت کے لحاظ سے مساوی سمجھا جاتا تھا اور وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے پیشے کا انتخاب کرسکتے تھے۔ دوسرے پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ کھانے پینے یا شادی بیاہ پر کوئی پابندی نہیں تھی، لیکن موروثی پیشوں کے مخصوص ہوجانے اور مقامی لوگوں کے رابطہ میں آنے کے بعد صورتِ حال تبدیل ہوگئی اور فرد کی پیدائش سے اس کی ذات کا تعین کیا جانے لگا۔ چنانچہ ورن نظام جو اس دور میں وجود میں آیا، سماجی اور معاشی فروغ کا نتیجہ تھا، لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ یہ سماج کو اعلیٰ ذات اور کم ذات کے لوگوں میں تقسیم کرنے لگا ہو، آپس میں ایک دوسرے سے نہیں ملتے تھے۔ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا یا شادی بیاہ کرنا ممنوع تھا۔ نام نہاد نچلی ذاتوں سے تعلق رکھنے والے کا استحصال کیا جانے لگا اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی حالت مایوس کن ہوتی چلی گئی۔ وہ غریب تھے اور ان کو سماج میں برابری کا درجہ حاصل نہیں تھا۔ وہ دیہاتوں میں موجود مشترکہ کنوؤں سے اپنے لیے پانی بھی نہیں بھر سکتے تھے، یا مندر میں نہیں جاسکتے تھے اور نام نہاد اعلیٰ ذات کے فرد کے قریب سے بھی نہیں گذر سکتے تھے۔ چنانچہ ذات کے نظام مختلف پیشوں کی صحت مند افزائش میں رکاوٹ ڈالی اس لیے کہ کسی ایک مخصوص پیشہ میں داخلہ کا انحصار صلاحیت پر نہیں بلکہ فرد کی پیدائش کی ذات پر ہوتا تھا۔

ذات پر مبنی فرق و امتیاز اکثر و بیشتر تشدد کا سبب بھی بنتا تھا۔ ذات کے نظام نے ہمارے ملک میں جمہوریت پر عمل کو مشکل بنادیا۔ سماج مصنوعی گروپوں میں تقسیم ہوگیا اور وہ اپنی ذات سے تعلق رکھنے والے امیدوار کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ اس حقیقت پر زیادہ توجہ نہیں دیتے کہ امیدوار مستحق ہے۔ یہ ہندوستان میں جمہوریت کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ ہمارا ملک اس وقت حقیقی ترقی نہیں کرسکتا جب تک کہ اس نظام کو پوری طرح سے اکھاڑ کر نہیں پھینک دیا جاتا۔

آزادی کی بعد کی مدت یعنی 1947ء کے بعد کی مدت کے دوران حکومت نے ان مسائل پر توجہ دی اور ان کو قوانین کے ذریعہ سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ (اس نے اس مسائل کا سد باب کرنے کے لیے قوانین وضع کیے) اور سماجی کارروائی کے ذریعہ بھی ان کو حل کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ (شہری سوسائٹی، غیر حکومتی تنظیموں اور سماجی گروپوں کو اس کام میں شامل کرکے) ان اقدامات نے صورت حال کو بہتر تو بنایا ہے، لیکن ابھی اس سمت میں بہت زیادہ کوششیں کرنے کی ضرورت ہے)

کسی ایسے فرد کے گھر جائیے جو آپ کی برادری سے تعلق نہ رکھتا ہو اور یہ مشاہدہ کیجیے کہ کیا اس کے طرزِ زندگی اور کھانے پینے کے انداز میں کوئی فرق ہے۔ فرق اور یکسانیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مختصر مضمون لکھیے۔

20.2 عورتوں سے متعلق مسائل

ہمارے آئین نے ہر میدان میں مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق دیے ہیں۔ آج عورتوں کو رائے شماری، وراثت اور املاک کے حقوق حاصل ہیں۔ درحقیقت آئین میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ عوام کے کمزور طبقات کے مفادات پر خصوصی توجہ کو بڑھاوا دیا جائے۔ عورتوں کے مفادات کو فروغ دینے کے لیے آزادی کے بعد سے کئی قوانین منظور کیے گئے ہیں۔ یہ قوانین شادی، املاک میں وراثت، طلاق، جہیز وغیرہ سے متعلق ہیں۔ 1976 میں یکساں کام کے لیے عورتوں اور مردوں کے یکساں معاوضہ سے متعلق مساوی معاوضہ ایکٹ منظور کیا گیا۔

حکومت نے حال ہی میں بچیوں کو تحفظ فراہم کرنے کی غرض ایک اسکیم کا آغاز کیا ہے۔ اس اسکیم کو ''لاڈلی'' کہا جاتا ہے، جس میں بچی کی پیدائش کے وقت ایک رقم مختص کردی جاتی ہے جو وہ 18 سال کی ہونے پر حاصل کرسکتی ہے۔ اس کے بعد اس رقم کو لڑکی کی پڑھائی یا اس کی شادی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کی ایک دوسری اسکیم ''زچہ بچہ اسکیم'' ہے۔ اس اسکیم کے تحت حکومت بچے کی پیدائش کی ذمہ داری اٹھاتی ہے اور اس کی پرورش و پرداخت کے لیے تمام طبی اخراجات کو خود برداشت کرتی ہے۔

تاہم ان سہولیات کے باوجود عورتوں آج بھی وسیع پیمانے پر استحصال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

20.2.1 جنس کی بنیاد پر فرق و امتیاز

ہندوستان میں عورتوں کے ساتھ فرق و امتیاز مختلف میدانوں مثلاً صحت، تعلیم اور روزگار کے میدانوں میں برتا جاتا ہے، لڑکیاں اپنے سروں پر جہیز کا بوجھ لے کر پیدا ہوتی ہیں اور شادی کے بعد انھیں اپنے والدین کے گھر کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ ماں باپ اپنے بڑھاپے کے سہارے کے لیے اولاد نرینہ کو ترجیح

نوٹس

دیتے ہیں۔ کئی بچیوں کو بطن مادر میں مار دیا جاتا ہے۔ کئی کو ادھر ادھر پھینک دیا جاتا ہے، ان کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے یا ان کو کم خوراکی کا شکار بنایا جاتا ہے اور یہ سب محض اس لیے کہ وہ لڑکی ذات ہوتی ہے۔ یہ صورت حال راجستھان میں سب سے زیادہ خراب ہے، لیکن اب اس سمت میں بڑی تبدیلی آتی جارہی ہے۔ بعض ریاستوں مثلاً ہریانہ میں بچیوں کا تناسب بہت کم ہے، حکومت نے لڑکیوں کی تعلیم کو بڑھاوا دینے کے لیے کئی اسکیمیں شروع کی ہیں۔ عورتوں کے لیے روزگار میں تحفظ اور حاملہ عورتوں کے لیے چھ مہینے کی تعطیل زچگی کا بندوبست کیا گیا ہے۔

عالمی بنک کی دستاویز، عورتوں کی صحت اور خوراک سے متعلق نیا ایجنڈا میں یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں تقریباً 45 کروڑ بالغ عورتوں کو نشو ونما کے مسئلہ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس کی وجہ بچپن کے دوران خوراک کی کمی ہے۔ کئی برادریوں میں مردوں اور لڑکوں کے مقابلہ عورتوں اور لڑکیوں کو کم خوراک یا غیر تغذیاتی خوراک فراہم کی جاتی ہے۔ جب وہ بیمار ہوتی ہیں تو ان پر کم توجہ دی جاتی ہے یا اس وقت توجہ دی جاتی ہے، جب ان کا مرض سنگین نوعیت اختیار کر لیتا ہے۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان صحت کے معیار اور طبّی خدمات تک ان کی رسائی میں عالمگیر عدم توازن کے وافر ثبوت موجود ہیں۔

دنیا کے ملکوں کی اکثریت میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی خواندگی کی شرح میں نمایاں فرق موجود ہے۔ 66 ملکوں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان خواندگی کی شرح کا فرق 10 فی صد پوائنٹ ہے اور 40 ملکوں میں خواندگی کی شرح کا یہ فرق 20 فی صد پوائنٹ سے اوپر تک پہنچ چکا ہے۔ خواندگی کا یہ فرق 6-11 سال کی عمر گروپ کا ہے جو ابتدائی تعلیم کی سطح سے مطابقت رکھتا ہے۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق مردوں اور عورتوں کی خواندگی کی شرح کا فرق 16.7% فی صد تھا۔ یعنی مردوں کی 82.14 فی صد خواندگی کی شرح کے مقابلہ عورتوں کی خواندگی کی شرح 65.46% فی صد تھی۔ تقریباً 24.5% (8.5 کروڑ) لڑکیاں اسکول نہیں جاتی ہیں، جبکہ اس کے مقابلہ اسکول نہ جانے والے لڑکوں کا تناسب 16.4% (6 کروڑ) تھا۔

گو کہ ہندوستان میں عورتوں کا احترام قدیم ادوار سے ہی کیا جاتا رہا ہے، لیکن زیادہ تر ہندوستانی خاندانوں میں لڑکی کی پیدائش کو کم ہی ایک نیک شگون سمجھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود کہ تعلیم میں لڑکیوں کی غیر معمولی ذہانت کی کارکردگیوں میں روز افزوں طور پر اضافہ ہو رہا ہے، روایات، رسوم و رواج اور سماجی طور طریقے بیٹوں کو بیٹیوں کے مقابلے زیادہ قابلِ قدر گردانتے ہیں۔ بیٹیوں کو اکثر معاشی بوجھ ہی سمجھا جاتا ہے۔ سماج کا یہ رویہ لڑکیوں کو ان کی مکمل صلاحیت کو حاصل کرنے کی راہ میں روکاوٹ بنا ہوا ہے۔ بیٹی سے متعلق ایک حالیہ رپورٹ میں درج ذیل مشاہدہ کیا گیا۔

''لڑکیاں دنیا کا سب سے بیش بہا تحفہ ہیں۔ وہ زبردست صلاحیتوں کے ساتھ وہ گراں قدر نوع انسان ہیں، لیکن پوری دنیا میں ان ہی کی بنیادی ضروریات سب سے آخر میں پوری کی جاتی ہیں اور سب سے

نوٹس

پہلے ان کے بنیادی حقوق سے انکار کیا جاتا ہے۔‘‘

لڑکیوں کی غذا، لباس، پناہ گاہ، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، پرورش اور کھیل کے وقت کی ضرورت کو نظر انداز کرنا ایک عام بات ہے۔ان کے تحفظ، ان میں آسانی اور چھیڑ چھاڑ سے ان کی نجات اور استحصال سے آزادی کے ان کے حق کو، اور ان کی پرورش، نشوونما اور پھلنے پھولنے کے ان کے حقوق کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

بچیوں کے خلاف منفی رجحان 0-6 سال کے عمر گروپ میں جنس کے تناسب سے اور بھی زیادہ واضح ہوجاتا ہے۔ 2011 کی مردم شماری میں یہ تناسب 914 تھا، جبکہ 2001ء کی مردم شماری میں یہ تناسب 927 تھا۔ بچوں کی جنس کا تناسب جو 1961 میں 976 تھا، جو 2011 میں گھٹ کر 914 پر آ گیا۔

20.2.2 جہیز کا رواج

جہیز کا رواج بدترین سماجی رواج ہے، جس نے ہمارے سماج پر مضر اثرات مرتب کیے ہیں۔ آزاد ہندوستان میں حکومت ہند کے ذریعہ 1961ء میں جہیز پر پابندی سے متعلق دفعہ ایک تاریخ ساز فیصلہ تھا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ جہیز مانگنے اور دینے دونوں پر قانون کے ذریعہ پابندی لگائی گئی ہے اور اس طرح کے افعال قانون کے تحت قابل سزا ہیں، یہ رواج ہمارے سماج میں اتنی گہرائی تک پیوست ہے کہ یہ آج بھی بغیر کسی روک ٹوک کے جاری ہے۔ وہ خواہ ہندوستان کے دیہی یا شہری علاقے ہوں، اس قانون کی کھلے عام خلاف ورزی زوروں پر کی جارہی ہے۔ نہ صرف جہیز کی وجہ سے ہونے والی اموات بلکہ نفسیاتی اور جسمانی ایذا رسانی سمیت عورتوں کے خلاف گھریلو تشدد جہیز کے معاملات کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ عورتوں کے انتہائی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی روزمرہ کے معمول میں شامل ہے۔ بسا اوقات یہ بات باعث سکون ہوتی ہے کہ کچھ لڑکیوں نے جہیز کے خلاف اپنے حقوق کو جتایا، لیکن اس طرح کے ہاتھوں کو فوری طور پر مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے ٹھوس اور مربوط معاشی، سیاسی اور انتظامی اقدامات کرنے ہوں گے تاکہ ہندوستانی سماج کو اس لعنت سے نجات مل سکے۔

ایک ایسی بچی کی تلاش کیجیے جو اسکول نہ جارہی ہو۔ اس کے والدین کو بتائیے کی حکومت نے ایک اسکیم شروع کی ہے، جس کو لاڈلی کہا جاتا ہے۔ یہ اسکیم لڑکیوں کی پرورش کے لیے ہے اور یہ کہ اب وہ ان کے اوپر بوجھ نہیں رہے گی بلکہ وہ ان کے لیے ایک بیش بہا سرمایہ ہوگی، چنانچہ انھیں اپنی بچی کو اسکول بھیجنا چاہیے۔

نوٹس

متن پر مبنی سوالات 20.1

1۔ ذات کا نظام جمہوریت پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

2۔ حکومت ہند کی ''لاڈلی'' اسکیم کون سی ہے؟

3۔ کون سی دفعہ کے تحت جہیز پر پابندی لگائی گئی؟

20.3 نشہ کی لعنت/لت

مضرت رساں عوامل مثلاً شراب/نشہ آور مشروبات، تمباکو، بیڑی/سگریٹ اور نشیلی ادویات کے سوائے طبی طور پر مجوزہ ادویات کے) کا عادت کے طور پر استعمال یا ان پر انحصار نشے کی لعنت یا لت کہلاتا ہے۔ نشہ اور ادویات اور عوامل کی اقسام کے بڑھنے کے ساتھ زیادہ سے لوگوں اور خاص طور سے نوجوانوں کے گروپ نشے کی اس عادت کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ اس طرح کے کئی عناصر ہیں، جو نوجوانوں کے ساتھ بالغوں کو نشے کی لت کے جال میں دھکیلنے کے ذمہ دار ہیں، ان عناصر میں والدین کا دباؤ، غیر معاون خاندانی ماحول اور تناؤ شامل ہیں۔

نشے کی لعنت ایک ایسی حالت ہے، جس میں سدھار کے لیے طبی اور نفسیاتی علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ والدین کو بچوں کے تئیں اور خاص طور سے بچپن سے لڑکپن اور پھر سن بلوغیت کے عبوری دور کے دوران محتاط رویہ اپنانا چاہیے۔ یہ وہ دور ہوتا ہے، جب بچوں میں جسمانی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ بالغ بچے فطری طور پر کھوجی طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ نئی دنیاؤں، تصورات رویوں اور تعلقات کی تلاش میں رہتے ہیں اور اس عمل کے دوران ان میں سے کچھ نشے کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اس وقت تک جب تک کہ ان کا ماحول، خاندان، اسکول، دوست، نشہ اور ادویات کے مضر اثرات سے خبردار کریں وہ اس جال میں بری طرح پھنس چکے ہوتے ہیں۔ شراب خوری اور سگریٹ نوشی بہت زیادہ عام ہونے کے ساتھ ساتھ نقصان دہ نشیلی عادات ہیں۔

شراب خوری سماج کے لیے ایک انتہائی سنگین مسئلہ ہے۔ وقت گذاری کا سب سے آسان طریقہ شراب پینا اور نشہ میں ڈوب کر اپنی پریشانیوں، الجھنوں کو فراموش کر دینا ہے، گوکہ یہ بھی عارضی طور پر ہوتا ہے۔ اس کا

نوٹس

نشہ سنگین نتائج کا سبب ہوتا ہے۔ خاندان کی ضروریات داؤں پر لگ جاتی ہیں۔ اگر وہ معیاری اقسام کے متحمل نہیں ہوتے تو وہ سستی اقسام کا استعمال کرنے لگتے ہیں۔ اور بسا اوقات تو وہ زہریلے عوامل کا استعمال کرنے لگتے ہیں۔ پینے کے بعد وہ اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں، بعض اوقات اس کا نتیجہ موت یا مستقل معذوری کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ پینے کے بعد وہ زیادہ تر اپنی بیوی اور اپنے بچوں کے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہیں۔

سگریٹ نوشی کی عادت صحت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے، بلکہ یہ شراب خوری سے بھی زیادہ مضرت رساں ہے۔ اس کی وجہ سے نہ صرف سگریٹ پینے والے کو نقصان ہوتا ہے، بلکہ اس کے اردگرد کے لوگوں کو بھی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ماحول میں دھویں کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں۔ اگر ہم دوسروں کے حقوق کا احترام کرتے ہیں تو ہمیں بسوں، ٹرینوں، بازاروں، دفاتر وغیرہ میں سگریٹ نوشی سے احتراز کرنا چاہیے، سگریٹ نوشی آلودگی کا ایک بڑا سبب ہے۔ عالمی صحت تنظیم کے مطابق، تمباکو کا استعمال اور خاص طور سے سگریٹ نوشی پوری دنیا میں سب سے بڑی قاتل ہے۔ یونینی کابینہ نے عوامی جگھوں پر سگریٹ بیڑی پینے پر پابندی لگا دی ہے۔ اس نے اسکولوں اور کالجوں کے نزدیک سگریٹ، بیڑی اور دوسرے طرح کے تمباکو کی فروخت پر پابندی لگا رکھی ہے۔ سگریٹ بیڑی بنانے والی کمپنیوں کے لیے اپنی مصنوعات پر اس کے مضر اثرات سے گاہک کو واقف کرانے کے لیے وارننگ کو چھاپنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

20.4 فرقہ پرستی

ہندوستان مختلف مذہبی عقائد کا ملک ہے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی برادریوں سے تعلق رکھنے والے لوگ یہاں آباد ہیں۔ ایک برادری کے تئیں دوسری برادری کا جارحانہ رویہ کشیدگی اور تناؤ کا باعث بنتا ہے اور اس کی وجہ سے دو برادریوں درمیان ٹکراؤ کی صورتحال سامنے آتی ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات میں سینکڑوں لوگ اپنی جانیں گنواتے ہیں۔ یہ نفرت اور آپسی شک وشبہ کو بڑھاوا دیتی ہے۔ فرقہ پرستی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو حل کرنے اور مٹا دینے کی ضرورت ہے۔ یہ جمہوریت اور ملک کے اتحاد کے لیے ایک بڑی چنوتی ہے۔ چنانچہ یہ ہماری ترقی کے راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ تعلیم ایک ایسا اہم وسیلہ ہے جس کے ذریعہ ہم سماج میں امن اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی امید کرسکتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی مذہبی برادری سے تعلق ہونے سے قبل ہم سب سے پہلے انسان ہیں۔ ہمیں سبھی مذاہب کا احترام کرنا چاہیے۔ ہمارا ملک ایک سیکولر ملک ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں سبھی مذاہب کے ساتھ مساوی رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور ہرایک کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہے۔

نوٹس

کسی ایسے فرد سے ملاقات کرنے کی کوشش کیجیے جو سگریٹ / بیڑی نوشی، نشیلی ادویات، شراب خوری یا جوا بازی کی عادت سے متاثر ہو۔ اس کو ان چیزوں کے مضر اثرات سے واقف کرائیے اور ان پر قابو پانے کے طریقے سمجھائیے۔

20.5 بوڑھوں سے جڑے ہوئے مسائل

دنیا کی آبادی بوڑھی ہوتی جا رہی ہے۔ 1950ء میں بوڑھوں کا اوسط 8% جبکہ 2000 میں یہ بڑھ کر 10% پہنچ گیا اور 2050 تک اس کے 21% تک پہنچ جانے کی توقع ہے۔ ہندوستان میں 1961 میں عمر رسیدہ لوگوں کا اوسط 5.8%(2 کروڑ 55 لاکھ) تھا 1991 میں یہ اوسط بڑھ کر 6.7% کروڑ 56 لاکھ تک پہنچ گیا۔ 2011 میں اوسط 8.1%(9 کروڑ 60 لاکھ) تھا اور 2021ء تک اس کے 13.7 کروڑ تک پہنچ جانے کی توقع ہے۔ ہندوستان میں بوڑھوں کی تعداد میں (60 سال سے زیادہ عمر کے) اگلی کچھ دہائیوں میں تین گنا اضافہ کی توقع ہے۔ عمر رسیدہ لوگوں کو سماجی، نفسیاتی اور معاشی مدد و حمایت فراہم کرنا سماجی ترقی کی ایک بنیادی ضرورت بنتی جا رہی ہے۔

مشترکہ خاندانوں کے چلن کے خاتمہ کے ساتھ اور خاص طور سے شہری علاقوں میں اس رواج کے معدوم ہوجانے کے ساتھ، جہاں کہ چھوٹے خاندانوں کا رجحان ہے، بوڑوں کو ان کے اپنے ہی خاندانوں میں ناپسندیدہ ممبر سمجھا جانے لگا ہے۔ بزرگوں کے لیے برادری حمایت کی بنیاد گہری اہمیت حاصل کرتی جا رہی ہے۔ ہماری ثقافت میں بزرگوں کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس حقیقت سے نوجوان نسل کو روشناس کرانا ہوگا تاکہ بوڑھے اپنی عزتِ نفس کو برقرار رکھ سکیں۔ یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ہمارے بزرگ ہمارے لیے قابل عزت و احترام ہیں۔ جب وہ نوجوان تھے تو انھوں نے ہماری پرورش و پرداخت کی اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی دیکھ بھال کریں۔ آپ کو اپنے بزرگوں کا خیال رکھنا چاہیے اور ان کی خدمت کرنی چاہیے۔

''کسی اولڈ ہوم میں جائیے اور وہاں بوڑھوں سے بات چیت کیجیے۔ یہ سوچیے کہ آپ ان کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں اور ان کی زندگی کو کس طرح بہتر اور پُرمسرت بنا سکتے ہیں۔

متن پر مبنی سوالات 20.2

1۔ نشے کی لعنت کیا ہے؟

نوٹس

2۔ عالمی صحت تنظیم کے مطابق قاتل نمبر ایک کیا ہے؟

3۔ 2021ء ہندوستان سن رسیدہ لوگوں کی متوقع آبادی کیا ہوگی؟

4۔ بوڑھوں کی دیکھ بھال کو نظر انداز کرنے کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

20.6 غریبی اور بیروزگاری کے مسائل

ہندوستان رقبہ کے لحاظ سے ایک بڑا ملک ہے۔ اندازاً یہ دنیا کے کل رقبہ کا 2.4% حصہ ہے، لیکن کیا آپ بات سے واقف ہیں کہ دنیا کی کل آبادی میں ہندوستان کی آبادی کا حصہ 16.7% فیصد ہے۔ ہندوستان کی آبادی 121 کروڑ ہے۔ اتنی زیادہ گھنی آبادی کی موجودگی میں کچھ معاشی مسائل کا سامنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ اور یہ مسائل ہیں بیروزگاری، افراط زر، غریبی اور مہنگائی وغیرہ۔ ہماری آبادی کا ایک بڑا حصہ غریبی کی لائن سے نیچے زندگی بسر کرتا ہے۔ بڑے پیمانے پر بیروزگاری موجود ہے۔ افراط زر اور قیمتوں میں اضافہ کو اس مسئلہ کو اور بھی زیادہ بڑھا دیا ہے۔

عوام کی زیادہ بڑی تعداد کے غریبی کی لائن سے نیچے زندگی بسر کرنے کے ساتھ زندگی کی کم تر کیفیت، بیماری، کم خواندگی، کم خوراکی اور بچہ مزدوری کی شکل میں سماجی اور معاشی طور پر کم آمدنی کے خاندان اور سنگین مسئلہ ہے۔ آبادی کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ جو درج فہرست زمروں سے تعلق رکھتا ہے، خط غربت سے نیچے زندگی بسر کرتا ہے۔ غریبی ایک بنیادی مسئلہ ہے جو ترقیاتی مقاصد میں روکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

بیروزگاری وہ صورتحال ہے، جس میں کام کرنے کا خواہش مند فرد روزگار تلاش کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ شدید بیروزگاری اور اس کے نتیجہ میں غریبی انسان اقدار کی تنزلی کے لیے ذمہ دار ہے۔ غریبی کے بوجھ تلے والدین اپنے بچوں کو محنت کی منڈی میں بھیجنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ اس مظہر کی موجودگی کی وجہ سے کروڑوں بچے اپنے بچپن سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ ناخواندہ اور بیگانہ رہتے ہیں، جس کا نتیجہ ان کی بیروزگاری اور اس کے نتیجے میں غریبی کی وجہ بنتا ہے۔

20.6.1 گداگری

ہم جہاں بھی جاتے ہیں وہاں فقیروں کی موجودگی ایک تکلیف دہ تجربہ ہے۔ بازاروں، ریلوے اسٹیشنوں، اسپتالوں، مندروں اور یہاں تک کے چوراہوں پر آپ کو کچھ نہ کچھ لوگ ہاتھ پھیلائے ہوئے نظر

آئیں گے۔ وہ آپ سے پیسے یا کھانا مانگتے ہیں۔ ہمارے ملک میں گداگری کی خاص وجوہات غریبی اور بیروزگاری ہیں۔ ان دنوں ہمارے سماج میں اس طرح کے گروہ بھی کام کررہے ہیں، جو گداگری کے دھندے کو منظّم طریقے سے چلا رہے ہیں۔ تاہم گداگری ایک سماجی لعنت ہے، جس کا خاتمہ کیا جانا چاہیے۔ اگر آپ سڑک پر یا کسی اور جگہ پر بھکاریوں کو دیکھیں تو ان کو یہ بتایئے کہ بھیک مانگنا جرم ہے اور قانون کے تحت بھیک لینے والا اور بھیک دینے والا دونوں ہی سزاوار ہیں۔

20.7 بچوں کے مسائل

کوئی بھی ملک اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ بچوں کی پرورش و پرداخت پر مناسب توجہ نہ دے۔ بچہ ملک کا مستقبل کا شہری ہوتا ہے۔ صرف وہ بچے ہی جو صحت مند ماحول میں پرورش پاتے ہیں، اپنے ملک کی ترقی اور اس کی طاقت میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بچوں کی بڑی آبادی ہے۔ اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کے اچھی صحت اور تعلیم کے مواقع کا بندوبست کیا جائے۔

بچوں کی ایک بڑی تعداد غریبی کی وجہ سے یا تو اسکول نہیں جا پاتی یا ابتدائی تعلیم مکمل ہونے سے قبل ہی ان کو اسکول چھوڑنا پڑتا ہے اور کم عمری یا نوعمری فیکٹریوں، اینٹوں کے بھٹوں، ریستورانوں، ہوٹلوں، دوکانوں وغیرہ میں کام کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ سے ان کی جسمانی، ذہنی اور جذباتی پیش رفت متاثر ہوتی ہے۔ وہ نفرت اور ذہنی کوفت کے ماحول میں بڑے ہوئے ہوتے ہیں اور ملک کے لائق شہری بننے میں ناکام رہتے ہیں۔

14-6 سال کی عمر کے گروپ کے بچے سے اسکول میں ہونے کی توقع کی جاتی ہے، لیکن بدقسمتی سے اس عمر کے گروپ کے 20 کروڑ بچوں میں سے ایک کروڑ 13 لاکھ بچے مزدوروں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ غیر حکومتی تنظیموں کے ذریعہ لگائے گئے اندازوں کے مطابق یہ تعداد 6 کروڑ سے زیادہ ہے۔ جن میں سے 2 لاکھ بچے گھریلو ملازم کے طور پر کام کرتے ہیں اور تقریباً یکساں تعداد بندھوا مزدور کے طور پر کام کرنے والے بچوں کی ہے۔ یہ بچے جسمانی اور ذہنی طور پر ضرب پذیر ہیں۔ ان کو بھوکا رکھا جاتا ہے، مارا پیٹا جاتا ہے اور یہاں تک کہ ان کا جنسی طور پر استحصال بھی کیا جاتا ہے۔ یہ ایک سنگین مسئلہ ہے، جس کو عام طور پر بچوں کے استحصال کے طور پر جانا جاتا ہے۔

متن پر مبنی سوالات 20.3

1۔ 2011ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی آبادی کیا تھی؟

نوٹس

2۔ دوسروں سے بھیک کے طور پر پیسہ، کھانا اور کپڑے مانگنے پر لوگوں کو کیوں مجبور ہونا پڑتا ہے؟

3۔ گداگر سے سامنا ہونے پر آپ اس کو کیا ہدایت کریں گے؟

4۔ بچوں کا استحصال کیا ہے؟

آپ نے کیا سیکھا

- جہیز بچوں کے استحصال، نشے کی لت اور شراب خوری نے حالیہ وقتوں میں تشویشناک صورت اختیار کر لی ہے۔
- عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ جنس کی بنیاد پر فرق و امتیاز اور اس کی وجہ سے ہونے والی دشواریوں سے ہندوستانی سماج اتنا زیادہ متاثر ہو چکا ہے کہ اس نے عورتوں اور لڑکیوں کو ان کی بھرپور صلاحیت کو محسوس کرنے سے محروم کر دیا ہے۔
- مشترکہ خاندان کے نظام کو بکھرنے اور چھوٹے خاندان کے رجحان نے عمر رسیدہ افراد کے مسائل کو اور بھی زیادہ بڑھا دیا ہے۔
- غریبی اور بیروزگاری نے سماج مین زندگی کی کیفیت پر مضر اثرات مرتب کیے ہین۔

اختتامی سوالات

1۔ ذات پرستی فرد کے ذریعہ پیشے کے انتخاب میں رکاوٹ کیسے بن گئی؟
2۔ جہیز ایک سماجی مسئلہ ہے، وضاحت کیجیے۔
3۔ عورتوں کی ترقی ملک کے لیے کس طرح فائدہ مند ہے؟
4۔ بچے ہمارے ملک کا سرمایہ ہیں، کیا آپ اس بیان سے اتفاق کرتے ہیں؟
5۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ 1961ء کی جہیز مخالف دفعہ جہیز کے مسئلہ کو روکنے میں کارآمد ہوگی؟
6۔ ”بیٹیاں دنیا کا سب سے بیش بہا تحفہ ہیں“ تبادلۂ خیال کیجیے۔

نوٹس

7۔ ’’غریبی اور بیروزگاری کئی سماجی مسائل کی جڑ ہے‘‘ وضاحت کیجیے۔

متن پر مبنی سوالات کے جوابات

20.1

1۔ سماج مصنوعی گروہوں میں تقسیم ہوگیا جو اپنی ذات سے تعلق رکھنے والے امیدوار کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ اس حقیقت پر توجہ نہیں دیتے کہ امیدوار مستحق ہے یا نہیں۔

2۔ لڑکی کے تحفظ کے لیے اسکیم، جس بچی کی پیدائش کے وقت ایک مخصوص رقم محفوظ کی جاتی ہے، جو اس کو 18 سال کی عمر میں دی جاتی ہے۔ اس رقم کو لڑکی کی تعلیم یا شادی پر صرف کیا جاتا ہے۔

3۔ 1961ء کی جہیز مخالف دفعہ

20.2

1۔ مضرت رساں عوامل مثلاً شراب، تمباکو، بیڑی سگریٹ، نشیلی ادویات وغیرہ پر انحصار یا ان کا عادتاً استعمال کو نشے کی لت کہا جاتا ہے۔

2۔ تمباکو

3۔ 13.7 کروڑ

4۔ مشترکہ خاندانوں کو بکھرنے اور خاص طور سے شہری علاقوں میں ان کے منتشر ہوجانے سے جہاں چھوٹے خاندانوں کا رواج ہے۔ عمر رسیدہ افراد دھیرے دھیرے خاندان کا ناپسندیدہ حصہ بن گئے۔

20.3

1۔ 121 کروڑ

2۔ غریبی اور بیروزگاری

3۔ بھیک مانگنا اور دینا دونوں ہی قابل سزا جرم ہیں۔

4۔ 6-14 سال عمر گروپ کے بچوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اسکول جاتے ہوں گے، لیکن بدقسمتی سے ملک کے 20 کروڑ بچوں میں سے 1.13 کروڑ بچے مزدور ہیں۔ غیر حکومتی تنظیموں کے اندازے کے مطابق یہ تعداد 6 کروڑ ہے، جن میں سے 2 لاکھ بچے گھریلو ملازم کے طور پر کام کرتے ہیں اور تقریباً اتنی ہی تعداد بندھوا مزدور بچوں کی ہے۔ یہ بچے جسمانی اور ذہنی لحاظ سے ضرب پذیر ہیں۔ انھیں بھوکا رکھا جاتا ہے، مارا پیٹا جاتا ہے اور ان کا جنسی استحصال کیا جاتا ہے۔ یہ ایک سنسنگین مسئلہ ہے اور اس کو بچوں کے استحصال کے طور پر جانا جاتا ہے۔

نوٹس

21

ہندوستانی ثقافت کا بیرون ملک پھیلاؤ

آج کل لوگ خوب سفر کرتے ہیں۔ وہ اس کے لیے سڑکوں، فضائی راستوں، ریلوں اور دوسرے سفری وسیلوں کا استعمال کرتے ہیں، لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ جب ہندوستان میں ٹرینوں اور ہوائی جہازوں کی سہولت موجود نہیں تھی اس وقت بھی لوگ طویل فاصلوں کو طے کرکے دور دراز کے علاقوں تک سفر کرتے تھے۔ ہندوستان کاروباری لحاظ سے بیرونی دنیا کے ساتھ تیسرے ہزار سالہ قبل مسیح سے رابطہ میں رہا ہے۔ ہندوستان گو کہ جغرافیائی اعتبار سے تین اطراف سے سمندروں سے گھرا ہوا ہے اور اس کے شمال میں ہمالیائی پہاڑوں کے سلسلہ موجود ہیں لیکن اس کی وجہ سے بیرونی دنیا کے ساتھ اس کے رابطہ میں کوئی روکاوٹ کبھی نہیں رہی۔ ہندوستانیوں درحقیقت دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا اور وہاں اپنے ثقافتی نشان چھوڑے اور اس کے بدلے میں وہ ان مختلف علاقوں کے تصورات، تاثرات، رسوم ورواج اور روایات کو ہندوستان لے کر آئے۔ تاہم اس رابطہ کا سب سے نمایاں پہلو ہندوستانی ثقافت وتہذیب کا دنیا کے مختلف علاقوں، اور خاص طور سے وسطی ایشیا، جنوب مشرقی ایشیا، چین، جاپان، کوریا وغیرہ میں پھیلاؤ تھا۔ اس پھیلاؤ کی سب نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس کے لیے نہ تو جنگی مہموں کا استعمال کیا گیا اور نہ ہی ان کی وجہ سے کسی فرد کی زندگی خطرے میں پڑی بلکہ ہندوستان کی ثقافتی اور روحانی اقدار کو رضا کارانہ طور پر تسلیم کیا گیا۔ اس سبق میں ہم یہ پڑھیں گے کہ ہندوستان ثقافت دوسرے ملکوں میں کس طرح پھیلا اور اس نے ان ملکوں پر کیا اثرات چھوڑے۔ اس سبق میں ہم دوسرے ملکوں، دوسرے سماجوں، دوسرے مذاہب اور دوسری ثقافتوں کے ساتھ اور دوسری کے ان خصوصیت تصورات کے بارے میں بھی پڑھیں، جنھوں نے ہماری زندگی کو اور زیادہ بامعنی بنانے میں مدد دی۔

مقاصد

اس سبق کو پڑھنے کے آپ:

- ان مختلف طریقوں کی وضاحت کرسکیں گے، جن کے ذریعہ ہندوستانی ثقافت بیرون ملک پھیلی؛

نوٹس

- ان تجارتی راستوں کی شناخت کرسکیں گے، جن سے تاجر گئے اور ہندوستانی ثقافت کو پھیلانے کے لیے اولین ثقافتی سفیر بنے؛
- ہندوستانی ثقافت کو پھیلانے میں قدیم یونیورسٹیوں، اساتذہ اور مشنریوں کے رول کی وضاحت کرسکیں گے؛
- جنوبی ایشیائی اور جنوب مشرقی ایشیائی ملکوں میں ہندوستانی ثقافت کے پھیلاؤ کے بارے میں جان سکیں گے؛
- رومن سلطنت کے ساتھ ہندوستان کے تجارتی تعلقات کو بیان کرسکیں گے؛
- مذہب امن کے طور پر بودھ مت کے کئی ملکوں میں پھیلنے پر تبادلہ خیال کرسکیں گے؛
- ان ملکوں کی زبان اور ادب پر سنسکرت زبان کے اثر کی پرکھ کرسکیں گے؛
- ہندوستانی رزمیوں، ہندوستانی فلسفے، ہندوستانی انتظامیہ اور قانون کی ان ملکوں میں مقبولیت کو بیان کرسکیں گے؛
- ان ملکوں میں گذشتہ صدیوں میں تعمیر ہوئے وسیع وعریض مندروں، مجسموں اور پینٹنگوں میں ملے جلے ورثہ کی تصویرکشی کرسکیں گے؛ اور
- عرب تمدن کے ساتھ ہندوستان کے ثقافتی عمل باہم کو بیان کرسکیں گے۔

21.1 تاجروں، استادوں، سفیروں اور مشنریوں کے ذریعہ ہندوستانی ثقافت کا پھیلاؤ

قدیم ادوار میں ہندوستانی تاجر کاروبار کے نئے مواقع کی تلاش میں دور دراز کے ملکوں کا سفر کرتے تھے۔ وہ تجارت کی غرض سے مغرب میں روم اور مشرق میں چین تک جاتے تھے۔ انھوں نے پہلی صدی قبل مسیح میں سونے کی تلاش میں انڈونیشیا اور کمبوڈیا کا سفر کیا۔ وہ خاص طور سے جاوا، ساترا اور ملایا جزائر تک گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان جزائر کو سورن دیپ (سورن کے معنی ہیں سونا اور دیپ کے معنی ہیں جزیرے) کہلاتے ہیں۔ ان تاجروں کا تعلق کاروبار کے لحاظ سے پھلتے پھولتے شہروں مثلاً کاشی، متھرا، اجین، پریاگ اور پاٹلی پتر اور مشرقی ساحل کے بندرگاہی شہروں مثلاً ممالہ پورم، تمارپتی، پوری اور کاویری پٹنم سے تھا۔ اشوک کے دورحکومت میں کالنگا سلطنت کے تجارتی تعلقات سری لنکا کے ساتھ تھے۔ تاجر جہاں بھی جاتے تھے ان کا ان جگہوں سے ثقافتی تعلقات قائم ہوتے تھے۔ اس طرح سے تاجر، تاجر، ثقافتی سفیر کے طور پر بھی کام کرتے تھے اور بیرونی دنیا کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرتے تھے۔

مشرقی ساحل کی طرح کئی ثقافتی اداروں کو مغربی ساحل کے نزدیک بھی دریافت کیا گیا ہے۔ کارلی، بھج، کانہیری، اجنتا اور ایلورا مشہور مقامات تھے۔ ان میں سے زیادہ تر مراکز بودھ خانقاہی ادارے تھے۔

نوٹس

یونیورسٹیاں ثقافتی عمل باہم کے سب سے اہم مراکز تھے۔ وہ طلباء اور اسکالروں کی بڑی تعداد کو اپنی جانب متوجہ کرتے تھے۔ بیرون ملک سے آنے والے طلباء اکثر نالندہ یونیورسٹی کی لائبریری سے استفادہ کرنے جاتے تھے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک سات منزلہ عمارت تھی۔ اس طرح کی یونیورسٹیوں سے اساتذہ اور طلباء ہندوستانی ثقافت کو اس کی معلومات اور مذہب کے ساتھ ملک کے باہر لے جاتے تھے۔ چینی سیاح ہیون سانگ ہندوستانی کے اپنے دورے کے دوران ان یونیورسٹیوں کو دیکھا اور ان کے بارے میں وافر معلومات فراہم کی ہیں۔ مثال کے دوران ہیون سانگ نے دو اہم یونیورسٹیوں، مشرق میں نالندہ اور مغرب میں ولّا بھی میں اپنے قیام کے احوال کو انتہائی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

وکرم شیلا ایک اور یونیورسٹی تھی جو دریائے گنگا کے دائیں کنارے پر واقع تھی۔ تبّتی اسکالر ترنتھا نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس یونیورسٹی کے اساتذہ اور اسکالر اتنے زیادہ مشہور تھے کہ تبّتی بادشاہ نے اپنے ملک میں مشترکہ ثقافت اور مقامی ذہانت کو فروغ دینے کے لیے اس یونیورسٹی کے اساتذہ اور اسکالروں کو مدعو کرنے کے لیے ایک مشن بھیجا تھا۔

ایک اور یونیورسٹی بہار کی اورنتاپوری یونیورسٹی تھی، جو پالا راجاؤں کی زیر سرپرستی پروان چڑھی۔ اس یونیورسٹی سے بڑی تعداد میں راہبوں نے نقل وطن کیا اور وہ تبت میں جا کر آباد ہوئے۔

67 عیسوی میں دو ہندوستان استاد چین کے راجہ کی دعوت پر چین گئے۔ ان استادوں کے نام تھے کیشیپ مرتنگ اور دھرم رکشت، ان کے بعد نالندہ ٹکسلا، وکرم شلا اور اودانتا پوری یونیورسٹیوں کے کئی اساتذہ نے چین کا دورہ کیا۔ جب آچاریہ کمار اجیو چین گئے تو وہاں کے راجہ نے ان سے سنسکرت کتابوں کا چینی زبان میں ترجمہ کرنے کی درخواست کی۔ اسکالر بودھی دھرم، جو یوگا فلسفہ میں مہارت رکھتے تھے، کو چین اور جاپانی میں آج بھی عزت واحترام حاصل ہے۔

نالندہ یونیورسٹی کے اچاریہ کمل شیل کو تبت کے راجہ نے مدعو کیا وہاں ان کی موت کے بعد تبتیوں نے ان کے جسد خاکی کو حنوط کیا اور اورا سے مہاسہ کی ایک خانقاہ میں محفوظ کیا۔

ایک اور مشہور اسکالر جنن بھدر تھا۔ وہ دھرم کی تبلیغ کے لیے اپنے دو بیٹوں کے ساتھ تبت گیا۔ تبت میں اودانتا پوری (بہار) کے طرز پر ایک خانقاہ تعمیر کی گئی۔

وکرم شیلا یونیورسٹی کے سربراہ اچاریہ اتیشا تھے جن کو یہ دیپانکر شریجن کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ انھوں نے گیارہویں صدی عیسوی میں تبت کا دورہ کیا اور تبت میں بودھ مت کی مضبوط بنائی۔ جب چینی سیاح ہیون سانگ نے ہندوستان کا دورہ کیا اس وقت تبّتی وزیر تھونامی سمبھوٹا نالندہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا اور تبت واپسی کے بعد اس نے تبت میں بودھ مت کی تبلیغ واشاعت کی۔ اس کی وجہ سے تبتیوں کی بڑی تعداد نے بودھ مت کو اپنایا، اس نے بودھ مت کو بت کا ریاستی مذہب قرار دیا، دیگر قابل ذکر اساتذہ میں کمار وج کا

نوٹس

نام شامل ہے، جن کا تعلق پانچویں صدی سے تھا۔

21.2 دوسرے طریقوں سے ہندوستانی ثقافت کا پھیلاؤ

خانہ بدوش: ہندوستانیوں کے کچھ گروپ جہاں سیلانیوں کے طور پر ہندوستان سے باہر گئے۔ وہ اپنے آپ کو روما کہا کرتے تھے اور ان کی زبان رومانی تھی، لیکن یوروپ میں وہ جپسیوں کے طور پر جانے جاتے تھے۔ انھوں نے مغرب کی سمت میں سفر کیا اور موجودہ پاکستان اور افغانستان کو عبور کیا۔ اور وہاں سے ان کا کارواں ایران اور عراق سے ہوتے ہوئے ترکی پہنچا۔ فارس، تورس پہاڑوں اور قسطنطنیہ سے ہوتے ہوئے وہ یوروپ کے کئی ملکوں میں پھیل گئے۔ آج وہ یونانی، بلغاریہ، چیک اور سلوواک جمہوریاؤں، روس، پولینڈ، سوئٹزرلینڈ، یوگوسلاویہ کی سابقہ ریاستوں، فرانس، سوئیڈین، ڈنمارک اور انگلینڈ میں آباد ہیں۔ ان خانہ بدوشوں (جپسیوں) کو ان ملکوں میں پھیلنے میں تقریباً چارسو برسوں کا وقت لگا۔ اس وقت تک یہ گو کہ اپنے اصل وطن کو بھول چکے تھے، لیکن ان کی زبان، رسوم ورواج، اندازِ زندگی اور ان کے پیشے برقرار تھے۔

روماؤں کو ان کے رقص اور موسیقی کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہر روما موسیقار اور ایک فن کار ہوتا ہے۔

متن پر مبنی سوالات 21.1

1۔ ہماری ثقافت کو بیرون ملک کس نے پھیلایا؟

2۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے ہندوستان میں کن دو یونیورسٹیوں کا دورہ کیا؟

3۔ اس تبّتی اسکالر کا نام بتایئے، جس نے وکرم شِلا یونیورسٹی کا احوال لکھا ہے؟

4۔ وہ دو اساتذہ کون تھے، جنھوں نے 67ویں صدی میں چین کا دورہ کیا؟

5۔ اچاریہ کمار روج چین کیوں گئے تھے؟

6۔ قدیم دور میں جپسیز کون تھے؟

21.3 ہندوستانی ثقافت وسطی ایشیا میں

دوسری صدی قبل مسیح کے بعد سے ہندوستان کے تجارتی روابط جین، وسطی ایشیا، مغربی ایشیا اور دلی سلطنت کے ساتھ رہے ہیں۔ وسطی ایشیا خشکی کا ایک طویل وعریض حصہ ہے، جس پر چین، روس، تبت، ہندوستان اور افغانستان واقع ہیں۔ چین سے آنے والے اور اس ملک کو جانے والے تاجر دشواریوں اور مشکلات کے باوجود اس علاقہ سے گذرتے تھے۔ تجارت کی غرض سے ان کے ذریعہ بنائے گئے، راستہ کو ''شاہراہ ریشم'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس راستہ کا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ ریشم چین کی تجارتی مصنوعات میں بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ اس راستہ کو بعد کے ادوار میں اسکالر راہبوں اور مشنریوں نے بھی استعمال کیا۔ راستہ اس وقت کی دنیا کی ثقافتوں کی منتقلی کے لیے ایک انتہائی اہم راستہ تھا۔ وسطی ایشیا میں ہندوستانی ثقافت کے اثر کو زبردست طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔

وسطی ایشیا کی بادشاہتوں میں کوچی ہندوستانی ثقافت کا ایک انتہائی اہم اور پھلتا پھولتا مرکز تھا۔ یہی وہ مملکت تھی، جہاں شاہراہ ریشم دوحصوں میں تقسیم ہوکر چین میں ڈن، ہوانگ غاروں کے نزدیک دوبارہ اپنی اصل شکل اختیار کرلیتی تھی۔ چنانچہ شاہراہ ریشم کے شمالی اور جنوبی دوحصّے ہوجاتے تھے۔ شمالی راستہ سمرقند، کاش گڑھ، تمشک، اکسو، کاراشہر، ترنان اور وہاں سے گذرتا تھا اور جنوبی راستہ یارقند، ختان، کیریا، چرچین اور میران سے ہوکر جاتا تھا۔ بہت سے چینی اور ہندوستانی اسکالروں نے معلومات وآگہی کی تلاش اور بودھ مت کے فلسفہ کی تبلیغ وترویج کے لیے ان ہی راستوں سے سفر کیا۔

ہندوستان اور وسطی ایشیائی ملکوں کے درمیان ثقافتی تبادلے کے وقوع پذیری ان ملکوں میں دریافت کیے گئے، استوپومندروں، شبیہات اور پینٹگوں سے آشکار ہوتی ہے۔ اس راستہ کے درمیان جگہ جگہ راہبوں اور مذہبی وفود کے لیے آرام گاہیں بنی ہوئی تھیں، زائرین اور سوداگر بھی ان ہی آرام گاہوں میں ٹھہرتے تھے اور بعد میں یہ آرام گاہیں بودھ تعلیمات کے مشہور مراکز بن گئیں۔ ریشم، قیمتی پتھر اور بیش قیمت اشیا کی تجارت ہوتی تھی، لیکن اس راستہ سے سفر کرنے والی سب سے بیش قیمت شے بودھ مت تھی۔ چنانچہ یہ تجارتی راستہ مذہب اور فلسفہ، تصورات وعقائد، زبان اور ادب اور آرٹ اور ثقافت کی منتقلی کا راستہ بھی تھا۔

ختان ایک اہم باہری چوکی تھی جو جنوبی شاہراہ ریشم پر واقع تھی۔

ہندوستان اور ختانی سلطنت کے ثقافتی تعلقات کی تاریخ، تقریباً دو ہزار سال پرانی ہے۔ ختن اپنی ریشم صنعت، رقص، موسیقی، ادبی کوششوں کاروباری سرگرمیوں اور سونے اور قیمتی پتھروں کی برآمدات کے لیے مشہور تھا۔

نوٹس

ہند-خوتان تعلقات کی تاریخ میں ہندوستان سے خوتان میں استادوں اور راہبوں کا متواتر تبادلہ ہوتا رہا۔ دریافت کیے گئے سکوں پر جن کا تعلق پہلی صدی عیسوی سے ہے، معکوسی طرف چینی زبان میں اور پشت پر پراکرت میں خرتوشی رسم الخط میں کھدا ہوا ہے اور یہ سکے خوتان کی ملی جلی ثقافت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ سنسکرت قلمی نسخوں مترجموں اور سنسکرت زبان میں بودھ مسودات کی نقلیں ریت میں دفن خانقاہوں سے برآمد کی گئی ہیں۔

21.4 مشرقی ایشیا میں ہندوستانی ثقافت

چین

ہندوستان اور چین کے درمیان تعلقات کی ابتدا دوسری صدی قبل مسیح میں ہوئی تھی، چین میں ہندوستانی ثقافت کی آمد دو راہبوں-کیشیپ ترنگا اور دھرم اکشیتا کے ذریعہ ہوئی تھی۔ جو چینی بادشاہ منگ کی دعوت پر 67 میں چین گئے تھے۔

کیشیپ ترنگا اور دھرم اکشیتا کے بعد ہندوستان سے چین اور چین سے ہندوستان میں اسکالروں کا متواتر تبادلہ ہوتا رہا۔ چینی انتہائی مہذب قوم تھی وہ گوتم بدھ کی تحریک آمیز داستانوں کو گہری دلچسپی سے سنتے تھے۔ ان چیزوں نے جو عقل و آگہی کی تلاش میں ہندوستان آتے تھے، ہندوستان اور ہندوستانی ثقافت کے بارے میں اتنی وضاحت کے ساتھ لکھا کہ وہ آج ہندوستانی تاریخ کا ایک انتہائی اہم وسیلہ ہیں۔ ہندوستانی یونیورسٹیوں اور خانقاہوں کے ممتاز معلمین چین میں مشہور تھے۔ مثال کے طور پر بودھی دھرم نامی ایک اسکالر کانچی پورم سے چین گیا۔ وہ پہلے نالندہ گیا وہاں تعلیم حاصل کی اور وہاں سے چین گیا، وہ یوگا کے فلسفہ میں ماہر تھا اور اس نے چین میں ''دھیان'' کے طریقہ کو مقبول بنایا، جس کو بعد میں چین میں ''چان'' کے نام سے جانا گیا۔ بودھی دھرم اتنا زیادہ مقبول بن گیا کہ چین اور جاپان میں اس کی پرستش کی جانے لگی۔

بودھ فلسفہ چینیوں کے لیے اس لیے باعث کشش بنا کیونکہ وہاں کیتوشس ازم کا ایک پہلے سے فروغ یافتہ مکتب فکر موجود تھا۔

چوتھی صدی عیسوی میں وئی خاندان چین میں اقتدار میں آیا۔ اس کے پہلے راجہ نے بودھ مت کو ریاستی مذہب کے طور پر اختیار کیا۔ اس کی وجہ سے چین میں بودھ مت کے پھیلنے میں تیزی آئی۔ سنسکرت کی ہزاروں زبانوں کا چینی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ وہ طویل سفر کی صعوبتوں اور پریشانیوں کو جھیل کر بودھ کی سرزمین کو دیکھنے آتے تھے۔ وہ ہندوستان میں قیام کرتے تھے اور بودھ تبرکات کو اکٹھا کرتے تھے اور بودھ سے متعلق قلمی نسخوں کو جمع کرتے تھے اور مختلف تعلیمی مراکز میں قیام کرکے بودھ مت کی تعلیمات سے فیض یاب ہوتے تھے۔

نوٹس

بودھ مت کے پھیلاؤ کے ساتھ چین نے گپھائی مندروں میں خانقاہوں کی بڑے پیمانے پر تعمیر کی۔ غاروں اور چٹانوں پر کھودی گئیں دیوپیکر شبیہات کو اندر کی جانب سے خوبصورت رنگوں سے سمایا گیا۔ ڈونگ لانگ اور لنگ ہیٹن دنیا کے سب سے مشہور گپھائی کمپلکس ہیں۔ ان مورتیوں اور مندروں پر ہندوستانی اثر واضح طور پر نظر آتا ہے۔

اسکالروں اور راہبوں کی دوطرفہ آمدورفت ثقافتی رابطوں اور تصورات کے تبادلے کا ذریعہ بنی۔

کوریا

کوریا، چین کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ کوریا نے ہندوستانی ثقافتی عناصر کو چین سے مستعار لیا۔ سُنڈو کوریا میں داخل ہونے والا پہلا بودھ راہب تھا جو 358 میں بودھ کی شبیہ اور اس کے سوتر لے کر کوریا آیا۔ اس کے بعد اچاریہ مینڈا 304ء میں کوریا گئے۔ 404 میں ایک ہندوستانی راہب نے کوریا کے شہر پیونگ یانگ میں دو مندر تعمیر کرائے، اس کے بعد ہندوستان سے کئی معلمین کوریا گئے۔ وہ اپنے ساتھ اس ملک میں فلسفہ، مذہب، مورتیاں بنانے کا فن، پینٹنگ اور دھات سازی کے فن لائے، کوریا سے بھی کئی اسکالر بودھ تعلیمات کے حصول کے لیے ہندوستان آئے۔ خانقاہیں اور مندر پورے کوریا میں عبادت اور تعلیم کے مراکز بن گئے۔ بڑی تعداد میں بودھ کتابوں کا ترجمہ بھی کیا گیا۔

''دھیان یوگ'' کا فلسفہ کوریا میں آٹھویں سے نویں صدی کے بیچ میں پہنچا۔ راجاؤں، رانیوں، شہزادوں، وزیروں اور یہاں تک کہ جنگجوؤں نے بھی بہادر اور بے خوف بننے کے لیے یوگا سیکھا۔ کوریا میں بودھ مت سے عقیدت کو اظہار اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ بودھ مت سے متعلق چھ ہزار جلدوں پر مشتمل ادب چھاپا گیا۔ اس وقت تک ہندوستانی قلمی نسخے بھی کوریا پہنچ چکے تھے۔

جاپان

جاپان میں ہندوستانی ثقافت کی کہانی اندازاً پندرہ سو سال پرانی ہے، لیکن جاپان میں ہندوستانی ثقافت کی قدیم ترین شہادت کا تعلق 552 سے ہے۔ اس وقت کے ایک کوریائی بادشاہ نے بودھ کا مجسمہ، سوتر، عبادت کی اشیاء، فنکار، مجسمہ ساز، پینٹر اور معمار تحفے کے طور پر جاپانی بادشاہ کے پاس بھیجی تھیں۔

جلد ہی بودھ مت کو جاپان کے ریاستی مذہب کی حقیقت دے دی گئی۔ ہزاروں جاپانی راہب اور رہبائیں بن گئے۔

جاپان میں سنسکرت زبان کو مقدس زبان سمجھا جاتا تھا۔ راہبوں کو سنسکرت زبان میں نصابات اور منتر تحریر کرنے کی خصوصی تربیت دی جاتی تھی۔ اس کو جس تحریر میں لکھا جاتا تھا وہ ''شتن'' کہلاتی تھی۔ ''شتن'' کے

بارے میں قیاس ہے کہ یہ ''سدھم'' سے بنا ہوا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے ''سدّھی''۔

آج بھی جاپانیوں میں سنسکرت زبان سیکھنے کے لیے گہری دلچسپی پائی جاتی ہے۔ بودھ کتابوں کی زبان ہونے کے ناطے یہ ہندوستان اور جاپان کے درمیان ایک مضبوط کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ چینی زبان میں ترجمہ کیے گئے، بودھ سوتروں کو ساتویں صدی عیسوی میں جاپانی راجہ شوتو کیتشی کے زمانے میں جاپان لایا گیا جو بودھ مت کے فلسفہ سے گہرے طور پر متاثر ہوا۔

تبت

تبت ہمالیائی سلسلۂ کوہ کے شمال میں ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ تبت کے لوگ بودھ مت کے ماننے والے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ تبّتی راجہ نردیو نے اپنے ویز تھونامی سمبھوت کے ساتھ سولہ غیر معمولی ذہانت کے اسکالروں کو مگدھ بھیجا تھا جہاں انھوں نے ہندوستانی اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ کے بعد تھونامی سمبھوت کشمیر گیا۔ یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس نے تبت کے لیے ایک نئی تحریر بنائی، جس کی بنیاد برہمی تحریر کے ہندوستانی حروف تہجی تھے۔ تبت میں آج بھی اسی تحریر کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس تحریر نے منگولیا اور منچوریا کے اندازِ تحریر پر بھی اثر ڈالا۔

ایسا لگتا ہے کہ تھونامی سمبھرت اپنے ساتھ بڑی تعداد میں کتابیں ہندوستان سے لے گیا تھا۔ تبت پہنچنے کے بعد اس نے تبتیوں کے لیے ایک نیا صرف ونحو (گرامر) تیار کی جو قیاساً پانینی کی سنسکرت گرامر پر مبنی تھی۔ تبّتی راجہ اس کے ذریعہ لائے گئے ادب سے اتنا زیادہ متاثر ہوا کہ اس نے ان کتابوں کے مطالعہ میں چار سال صرف کیے۔ اس نے سنسکرت کتابوں کا تبّتی زبان میں ترجمہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کے نتیجہ میں ساتویں سے آٹھویں صدی تک ترجمے کے لیے مستقل کوششیں کی جاتی رہیں۔ اس روایت کے مطابق تقریباً 96 ہزار سنسکرت کتابوں کا تبّتی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

متن پر مبنی سوالات 21.2

1۔ چین کے راستہ کو ''شاہراہ ریشم'' کا نام کیوں دیا گیا؟

2۔ کوچی کہاں ہے؟ یہ کس لیے مشہور ہے؟

3۔ پہلی صدی عیسوی کے وہ سکے کہاں سے دریافت ہوئے تھے، جن کے ایک طرف چینی زبان کھدی

ہوئی تحریر ہے اور دوسری طرف خرتوشی رسم الخط میں پراکرت زبان کے الفاظ کھدے ہوئے ہیں؟

4۔ ڈنگ، ہوانگ، یون کانگ اور لنگ مین کیا ہیں؟

5۔ ’’دھیان یوگ کا فلسفہ کب کوریا پہنچا؟

6۔ ہندوستانی ثقافت جاپان کس طرح پہنچی؟

7۔ جاپان میں ’’شٹن‘‘ کے طور پر کیا جانا جاتا ہے؟

8۔ ساتویں اور آٹھویں صدی کے درمیان تبت میں کتنی کتابوں کا سنسکرت سے تبتّی زبان میں ترجمہ کیا گیا؟

21.5 سری لنکا اور جنوب مشرقی ایشیا میں ہندوستانی ثقافت

آپ نے شاید عظیم رزمیہ رامائن کو پڑھا ہوگا، جس میں رام، ایودھیا کے راجہ، سیتا کو واپس لانے کے لیے سری لنکا جاتے ہیں۔ یہ بہت ممکن ہے کہ رامائن کی لنکا اور آج کا سری لنکا مختلف جگہیں ہوں۔ سمراٹ اشوک نے بودھ مت کو ہندوستان سے باہر پھیلانے کے لیے وسیع پیمانے پر کوششیں کیں۔ اس نے اپنے بیٹے مہندر اور بیٹی سنگھامتر کو سری لنکا بھیجا تاکہ وہ بودھ کی تعلیمات کو اس جگہ پھیلائیں۔ دوسرے کئی اسکالر بھی ان کے ساتھ گئے تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بودھی درخت کی ایک قلم اپنے ساتھ لے گئے تھے، جس کو وہاں بویا گیا۔ اس وقت دیونمپیا سری لنکا کا راجہ تھا۔ بودھ کی تعلیمات کو ہندوستان سے جانے والوں نے زبانی طور پر پہنچایا۔ سری لنکا کے عوام نے مہندر کے ذریعہ پہنچائے گئے بودھ کے شاستروں کو تقریباً دو سو برسوں تک محفوظ رکھا۔ وہاں تعمیر کی گئی، پہلی خانقاہیں مہاوہار اور ابھیا گری تھیں۔

سری لنکا بودھ مت کا ایک مضبوط قلعہ بن گیا اور آج بھی یہ اسی طرح سے برقرار ہے۔ پالی ان کی ادبی زبان تھی۔ بودھ مت نے سری لنکائی ثقافت کی تشکیل میں ایک اہم رول ادا کیا۔ دیپاونسا اور مہاومسا سری لنکا کے معروف بودھ ذرائع ہیں۔

بودھ مت کے ساتھ ہندوستان آرٹ کی شکلیں بھی سری لنکا پہنچیں جہاں پینٹنگوں کے انداز، موضوعات اور تکنیکیں، رقص، لوک کتھائیں، آرٹ اور فن تعمیر ہندوستان سے اپنایا ہوا ہے۔ سری لنکا کی سب

نوٹس

سے زیادہ مشہور پینٹنگیں، غاروں میں بنی خانقاہوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ گپھائی خانقاہیں سیگریا میں ہیں۔ راجہ کیشیپ پانچویں صدی عیسوی میں اس جگہ کو فصیل بند کرایا تھا۔ ان غاروں میں بنی اشکال ہندوستان کے امراوتی طرز سے میل کھاتی ہیں۔

مینمار

ہندوستانی باشندے اور ثقافت عیسائی عہد کے آغاز سے مینمار پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ مینمار، چین کے راستہ میں پڑتا ہے۔ امراوتی اور تمارلپتی سے آنے والے لوگ اکثر مینمار میں قیام کرتے تھے۔ ان لوگوں میں جنھوں نے یہاں نقل مکانی کیا تاجر، برہمن، فن کار، دستکار اور دیگر لوگ شامل تھے۔

برما میں پاگان گیارویں سے تیرہویں صدی تک بودھ ثقافت کا ایک اہم اور بڑا مرکز رہا ہے۔ یہ اپنے عظیم الشان پگوڈاؤں اور تقریباً ایک ہزار مندروں کے لیے آج بھی مشہور ہے۔ راجہ انیرودھ عظیم معمار تھا۔ جس نے شویزان پگوڈا اور ایک ہزار مندر تعمیر کروائے۔ انھوں نے اپنی پالی زبان بھی تیار کی اور بودھ اور ہندو کتابوں دونوں ہی کو اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔

برمائی دربار ہندوستانی روایات سے کافی متاثر تھا۔ ابھی حال تک درباری ماہرین فلکیات، جیوتشی اور پروفیسر برہمن ہوتے تھے، جنھیں ''پنّا'' کہا جاتا تھا۔ ان میں سے زیادہ تر کے بارے میں قیاس ہے کہ وہ منی پور سے تعلق رکھتے تھے۔ پنڈت اس زمانے میں بہت سرگرم تھے۔ وہ سائنس، ادویات اور علم فلکیات کی اپنی معلومات کے لیے مشہور تھے۔

تھائی لینڈ

1939ء تک تھائی لینڈ کو سیام کے نام سے جانا جاتا تھا۔ جو اس کا اصل نام تھا۔ ہندوستانی ثقافتی اثرات اس ملک مین پہلی صدی عیسوی سے پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ اس کو سب سے پہلے ہندوستان تاجر اپنے ساتھ لے کر آئے اور اس کے بعد اساتذہ اور مشنریاں اس ملک میں آئے۔ تھائی ریاستوں کو سنسکرت نام مثلاً دواروتی، شری وجے، اور ایوتھیا دیے گئے۔ اس ملک کے شہروں کے نام بھی یہاں مختلف ثقافتوں کے عمل باہم کا پتہ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر کنچن پوری، کنچن پوری، راج بوری، راج پوری، لوب پوری، لو پوری سے لیا گیا ہے اور پراچین بوری، سنگھ بوری کو سنسکرت سے اخذ کیا گیا ہے۔ سڑکوں کے نام مثلاً راجہ رام، راجہ رانی، مہاجایہ اور لکراوش بھی ہمیں اس ملک میں رامائن کی مقبولیت کا احساس دلاتے ہیں۔

برہمنی شبیہات اور بودھ مندر اس ملک میں تیسری اور چوتھی دہائی میں تعمیر ہونا شروع ہوئے۔ تھائی لینڈ میں پائی جانے والی قدیم ترین، موریاں وشنو دیوتا کی ہیں۔

نوٹس

مختلف ادوار میں تھائی حکومت ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتی رہی۔ ہر جگہ پر بڑی تعداد میں مندر تعمیر کیے گئے۔ ایوتھیا (ایودھیا) اسی طرح کا ایک مقام ہے۔ یہاں کئی مندر کھنڈر میں تبدیل ہو چکے ہیں، لیکن کچھ آج بھی برقرار ہیں۔ تھائی لینڈ کے موجودہ دارالخلافہ بنکاک میں اس وقت تقریباً 400 مندر ہیں۔

کمبوڈیا

چمپا (اناّم) اور کمبوجا (کمبوڈیا) کی مشہور ریاستوں پر ہندوستانی نسل کے راجاؤں کی حکومت تھی۔ ہندوستانی اور کمبوڈیا کے درمیان ثقافتی تاریخ کی گہری جڑیں پہلی اور دوسری صدی عیسوی سے جا ملتی ہیں۔ کمبوجا میں ہندوستانی نسل سے تعلق وا ارکندنیا شاہی خاندان پہلی صدی عیسوی میں حکومت کرتا تھا۔ ہم سنسکرت کتبات اور ادبی کتابوں کے ذریعہ ان کی تاریخ کے بارے میں پتہ لگا سکتے ہیں۔ یہاں کے مندروں سے بھی ان کی شان و شوکت عیاں ہوتی ہے۔

کمبوڈیا کے لوگوں نے وسیع یادگاریں تعمیر کیں اور ان کو ہندوستانی رزمیوں کے دیوی دیوتاؤں شیو، وشنو، بودھ کی مورتیوں سے مزین کیا۔ راجاؤں کے ذریعہ ان کتابوں سے باب منتخب کیے جاتے تھے، جو عظیم تاریخی واقعات کی علامت ہوتے تھے۔ چودھویں صدی عیسوی تک سنسکرت ان کے انتظامی امور کی زبان رہی۔

ان کے راجاؤں کے نام سنسکرت کے تھے، برہمنوں کو اعلیٰ ترین مقام حاصل تھا۔ حکومت کو ہندو نظام سیاست اور برہمنی قانون کے مطابق چلایا جاتا تھا۔ مندروں کے آس پاس آشرم بنائے جاتے تھے جو درس و تدریس کے مراکز کے طور پر کام کرتے تھے۔ کئی بستیوں کے نام ہندوستانی طرز پر رکھے گئے تھے، مثلاً تمرا پودا، دھرو پور، دھرو پور اور مکرم پور وغیرہ۔ ان کی زبان میں مہینوں کے نام بھی چیت، بساک، جیس اور اسارٹھ تھے، درحقیقت اس طرح کے ہزاروں نام تلفظ میں تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ آج بھی استعمال کیے جاتے تھے۔

انگکورواٹ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ وشنو دیوتا کا مسکن تھا، یعنی یہ وائکنٹھ تھا۔ اس کے پانچ مینار سومیرا پہاڑی کی پانچ چوٹیاں تھیں۔ اس جگہ راجہ سوریہ ورمن کی مورتی کو وشنو کی تجسیم کے طور پر دکھلایا گیا ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے قابل تحسین کارناموں کی وجہ سے اس کو سورگ میں جگہ ملی تھی۔ یہ مندر ایک مربع میل کے رقبہ میں تعمیرات کا سلسلہ ہے، جس میں چاروں طرف ایک گہری خندق ہے، جو اس کی خوبصورتی میں اور بھی اضافہ کرتی ہے۔ اس مندر کی دیواروں پر رامائن اور مہابھارت کی رزمیہ کہانیوں کے مناظرہ کندہ کیے گئے ہیں۔ ان میں سب سے منظر سمدر منتھن کا ہے۔

ایک اور وسیع وعریض مندر گیارہویں صدی میں یشودھر پور میں تعمیر کیا گیا جو باپون کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں رام اور راون کے درمیان لڑائی، کیلاش پربت پر پاروتی کے ساتھ وشنو اور کام دیو کی تباہی کے مناظر کھودے گئے ہیں۔

ویتنام (چمپا)

تاجروں اور نقل مکانی کرنے والے شہزادوں کے ذریعہ ہندوستانی ثقافت دور دراز کے علاقے ویتنام تک پہنچی۔ نقل مکانی کرنے والے شاہی خاندان کے یہ افراد اس ملک میں سیاست اور معیشت کے علمبردار تھے۔ انھوں نے اس ملک کے شہروں کے نام اندراپور، امراوتی، وجے، کَتھورا اور پانڈورنگ رکھے۔

چمپا کے لوگوں کو چام کہا جاتا ہے۔ انھوں نے بڑی مقدار میں بودھ اور ہندو مندر تعمیر کیے۔ چام باشندے شیو، گنیش، سرسوتی، لکشمی، پاروتی، بودھ اور لوکیشور کی پوجا کرتے تھے۔ ان دیوی دیوتاؤں اور شیولنگ کی مورتیاں ان مندروں میں نصب ہیں۔ اب زیادہ تر مندر کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

ملیشیا

ملیشیا قدیم ادوار سے ہی ہمارے لیے ایک جانا پہچانا ملک رہا ہے۔ رامائن، جاتک کہانیوں، ملیندہ پنہہ، شلپادی کرم، رگھوش اور دوسری کئی کہانیوں میں اس کا حوالہ ملتا ہے۔ کیدھا اور ویلزی کے خطہ میں شیومت کی شہادتیں، دریافت، ہوئی ہیں۔ آثار قدیمہ کی کھدائیوں کے دوران ایسی نسوانی شبیہات کو دریافت کیا گیا ہے، جن کے ہاتھوں میں ترشول ہے۔ نندی کا سر جو گرنائٹ پتھر سے بنا ہوا ہے، درگا کی مورتی کی ابھری ہوئی شبیہہ، ساتویں اور آٹھویں صدی سے تعلق رکھنے والی گنیش کی مورتی اور شولنگ مختلف مقامات پر کھدائیوں کے دوران دریافت ہوئے ہیں۔

برہمی اپنی بعد کی شکل میں قدیم ملائشیا کی تحریر تھی۔ بودھ قلمی نسخوں کی تختیاں جو پرانی تمل زبان سے مشابہ تحریر میں ہیں، کیدھا سے دریافت کی گئی ہیں۔ سنسکرت یہاں کے باشندوں کے رابطہ کی زبانوں میں سے ایک زبان تھی۔ آج بھی سنسکرت زبان کے الفاظ کی بڑی تعداد ان کی زبان میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر سورگ، رس، گنا، دھد، منتری، دمپتی اور اکش، ہنومان اور گروڑ کو ملائشیا میں ان کی مافوق الفطرت صلاحیتوں کی وجہ سے جانا جاتا ہے۔

سنسکرت میں لکھے ہوئے کتبات ملائشیا میں ہمارے ثقافتی تعلقات کے قدیم ترین ریکارڈ ہیں۔ ان کتبات کو چوتھی اور پانچویں صدی کی ہندوستانی تحریر میں لکھا گیا ہے۔ سب سے زیادہ اہم کتبات لیگور میں موجود ہیں۔ اس جگہ پر تقریباً پچاس مندر دریافت ہوئے ہیں۔

نوٹس

انڈونیشیا

مذہبی فن تعمیر کے لحاظ سے انڈونیشیا میں سب سے بڑا شیومندر جاوا جزیرے واقع ہے۔ اس مندر کو 9ویں صدی عیسوی میں تعمیر کیا گیا تھا۔ اس شیو مندر کے دائیں اور بائیں وشنو اور برہما مندر ہیں۔ یہ تین مندر ان تینوں دیوتاؤں کے واہنوں کے ساتھ تعمیر کیے گئے ہیں۔ یہ شیو کی سواری نندی (بیل) وشنو کی سواری گروڈ اور برہما کی سواری ہنس ہیں۔ ان دونوں قطاروں کے درمیان درگا اور گنیش کے مندر ہیں۔ ان کی کل تعداد آٹھ ہے اور یہ 240 چھوٹے چھوٹے مندروں سے گھرے ہوئے ہیں۔ یہ خوبصورت فن تعمیر کی بے نظیر مثال ہے۔ مندر کی دیواروں پر رام اور کرشن کی کہانیوں کھدی ہوئی ہیں۔

پوجا کے وقت سنسکرت زبان میں بھجن پڑھے جاتے تھے۔ شیو، برہما، درگا، گنیش اور بودھ کی شان میں 500 سے زیادہ بھجن (استوتر) لکھے گئے تھے اور یہ سب بالی سے دریافت کیے گئے ہیں۔ درحقیقت یہ بالی ہی، جہاں ہندو مذہب ابھی تک برقرار ہے جبکہ انڈونیشیا کے تمام مجمع، جزائر اسلام قبول کر چکا ہے۔ بالی میں آج بھی ہندو مذہب اور ثقافت پر عمل کیا جاتا ہے۔ مذہبی کتابوں کی ایک بڑی تعداد کو جاوا میں دریافت کیا گیا ہے۔ یہ اپنے قدیم رسم الخط جسے کاوی کہا جاتا تھا، کھجور کے پتوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ کاوی تحریر کو برہمی زبان کی بنیاد پر تیار کیا گیا تھا۔ ان میں سب سے کچھ سنسکرت نظموں (شلوکوں) پر مشتمل ہیں جن کے بعد کاوی زبان میں ان پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ شیو اور فلسفہ کے متنوں میں سب سے قدیم اور سب سے ''ریل متن''، ''بھون کوش'' ہے۔ اس میں سنسکرت زبان میں 525 شلوک ہیں۔ اور ان کی وضاحت کے لیے مقبرے بھی موجود ہیں۔

دنیا کے شاید کسی بھی علاقہ نے ہندوستانی ثقافت اور مذہب کے اثر کو اتنی شدت اور وسعت کے ساتھ قبول نہیں کیا ہوگا، جتنا کہ جنوب مشرقی ایشیا نے کیا۔ اس ثقافتی عمل باہم اور اثر کا سب سے اہم وسیلہ ہندوستانی تحریر میں لکھے ہوئے سنسکرت کتبات ہیں۔ ان کو اس پورے علاقہ سے دریافت کیا گیا ہے اور ان کتبات اور دوسری طرح کے ادب کا مطالعہ یہ دکھلاتا ہے کہ یہاں کی زبان، ادب، مذہبی، سیاسی اور سماجی ادارے ہندوستانی سے کافی حد تک متاثر تھے۔ وہ ارن نظام اور سماج کی چار ذاتوں، برہمن، شتریہ، ویش اور شودر میں تقسیم سے واقف تھے۔ لیکن ہندوستان کی طرح یہ نظام اس علاقہ میں اتنا زیادہ سخت اور کٹّر نہیں تھا، بلکہ یہ کسی حد تک رگ وید کے دور سے ملتا جلتا تھا، جس میں سماج پیدائش کی بنیاد پر نہیں، بلکہ پیشوں کی بنیاد پر تقسیم تھا اور یہ خاص طور سے بالی نیں تھا۔ ان کی شادی بیاہ کی کچھ رسمیں بھی ہندوستان سے مشابہ تھیں۔

تفنن طبع کی سب سے مقبول شکل شیڈو پلے ہے (ہندوستانی کٹھ پتلی کے تماشہ کی طرح) جس کے موضوعات رامائن اور مہا بھارت جیسے رزمیوں سے لیے گئے ہیں۔ اس طرح کے زمانہ جنوب مشرقی ایشیا میں

نوٹس

آج بھی مقبول ہیں۔

متن پر مبنی سوالات 21.3

1۔ سری لنکا کی دو خانقاہوں کے نام بتایئے؟

2۔ بودھ مت کس طرح سری لنکا پہنچا؟

3۔ کون سی زبان سری لنکا کی ادبی زبان بنی؟

4۔ ''انکوروٹ'' کیا ہے؟

5۔ انکورٹ کے پانچ میناروں کو کیا کہا جاتا ہے؟

6۔ انکوروٹ میں کس چیز کی خاکہ آرائی کی گئی ہے اور کیوں؟

7۔ انکوروٹ کس چیز کی نمائندگی کرتے ہیں؟

8۔ انکوروٹ کی دیواروں پر کیا کھدا ہوا ہے؟

9۔ انکوروٹ کی دیواروں پر سب سے اہم منظر کون سا کھدا ہوا ہے؟

10۔ باپھون پر کیا کھدا ہوا ہے؟

11۔ ویتنام (چمپا) کے کچھ ایسے شہروں کے نام بتایئے، جو ہندوستانی ثقافت پر مبنی ہوں۔

12۔ ملیشیا میں شیومت کی شہادتیں کہاں سے دریافت کی گئی ہیں؟

نوٹس

13۔ ملیشیا میں کچھ اہم مورتیاں کہاں پر دریافت ہوئی تھیں؟

14۔ سنسکرت کے وہ کون سے الفاظ ہیں جو ملیشیا زبان میں پائے جاتے ہیں؟

15۔ ملیشیا میں چوتھی اور پانچویں صدی کا سب سے ایک کتبہ کون سا ہے؟

16۔ لانگور میں کتنے مندر دریافت کیے گئے؟

17۔ ''پرم بانن'' کیا ہے؟

18۔ شیو، ویشنو اور برہما کے مندروں کی مخالف سمت میں کیا تعمیر کیا گیا تھا؟

19۔ انڈونیشیا کے جاوا جزیرے میں کتنے مندر ہیں؟

20۔ انڈونیشیا کے مندروں کی دیواروں پر کون سی کہانیاں کھدی ہوئی ہیں؟

21۔ انڈونیشیا میں بالی میں کیا دریافت کیا گیا؟

21.6 ہندوستانی اور عرب تہذیب کے درمیان روابط

مغربی ایشیا کے ساتھ ہندوستان کے خشکی اور سمندری راستوں کے ذریعہ روابط قدیم ادوار سے جڑے ہوئے ہیں۔ دو ثقافتی خطوں کے درمیان یہ تعلقات (اس وقت تک ملک کا تصور وجود میں نہیں آیا تھا) مغربی ایشیا میں اسلامی تہذیب کے عروج کے ساتھ اور بھی زیادہ قریبی ہوگئے۔ ان روابط کے معاشی پہلو کا جہاں تک تعلق ہے تو ہمارے پاس عرب اور دوسرے سیاحوں کے بیان کردہ احوال موجود ہیں، جن میں سلیمان، سوداگر، السعودی، ابن ہوقل، الادریسی وغیرہ شامل ہیں، جو اس دونوں علاقوں کے درمیان وسیع پیمانے پر تجارت کے بارے میں بتاتے ہیں۔ تاہم ثقافتی میدان میں دونوں علاقوں کے درمیان تعلقات کا سلسلہ

نوٹس

آٹھویں صدی اوراس سے پہلے سے قائم ہے۔

ہندوستان اور مغربی ایشیا کے درمیان ثقافتی عمل باہم کا ثمر آور نتیجہ کئی میدانوں میں عیاں ہے۔اس کے نتیجہ میں اسلامی دنیا کو کافی فائدہ ہوا۔علم فلکیات کے میدان میں دو اہم تخلیقات، برہم سپوت سدھانت جس کو عرب دنیا میں، سندیں اور کھنڈ کھاڈیکا (عربی میں ''ارتند'') سندھ کے سفارت کاروں کے ذریعہ بغداد لائی گئی تھیں۔ان سفارت خانوں کے ہندوستان اسکالروں کی مدد سے الفزاری نے ان کا عربی زبان میں ترجمہ کیا، جس نے غالباً یعقوب بن طارق کی مدد بھی کی تھی۔ بعد میں ''آریہ بھٹ'' اور ''وراہ مہیر'' کا بھی مطالعہ کیا گیا اوران کو عربوں کے سائنسی ادب میں شامل کیا گیا۔

عرب تہذیب میں ہندوستان کا ایک اوراہم حصہ ریاضی کے میدان میں ہے۔عربوں نے ریاضی کو ''ہندسہ'' (ہندوستان سے متعلق) کا نام دیا۔ ہندوستانی ریاضی درحقیقت ان کے مطالعہ کا پسندیدہ موضوع تھا۔اس کی مقبولیت کو الخندی اور دوسرے اسکالروں کے کام نے اور بھی زیادہ بڑھایا۔انھوں نے صفر کے ساتھ ہندوستان کے اعشاری نظام کو تیزی کے ساتھ سمجھا۔ایک عصری شامی اسکالر نے اس کے تئیں، اپنا خراج عقیدت ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا۔''میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حساب صرف نو علامتوں کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔اگر وہ جو یونانی بولتے ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سائنس کی معراج تک پہنچ چکے ہیں، تو اس بات کا قائل ہوجانا چاہیے کہ دوسرے بھی ایسے موجود ہیں جو کچھ جانتے ہیں۔''

دسویں اور تیرھویں صدی سے تعلق رکھنے والے ماخذ ہمیں ادویات اور علاج معالجے سے متعلق کئی ہندوستانی کتابوں کے عربی زبان میں تراجم کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے، جسے خلیفہ ہارون الرشید کے ایما پر کیا گیا تھا جو 786 سے 809 تک بغداد کا حکمراں رہا تھا۔ان تراجم میں ہندوستانی اسکالر بھی شامل تھے۔مثال کے طور پر ''سوشرت سمہیتا'' کا ایک ہندوستانی منکھ نے عربی میں ترجمہ کیا۔

علم فلکیات، علم نجوم، ریاضی اور ادویات سازی کے علاوہ عربوں ہندوستانی ثقافت اور تہذیب کے دوسرے پہلوؤں کو بھی سراہا۔انھوں نے موضوعات کے وسیع سلسلہ سے متعلق کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا، لیکن وہ صرف تراجم سے ہی مطمئن نہیں ہوئے، بلکہ انھوں نے ان مضامین پر مبنی یا ان سے اخذ کرکے نئے موضوعات بھی تیار کیے۔ ہندوستانی معلومات کے ان کے مطالعہ کے دوسرے موضوعات سانپوں کا زہر، جانوروں کا علاج اور منطق، فلسفہ، اخلاقیات، سیاسیات اور علم حرب سے متعلق کتابیں تھیں۔اس عمل کے دوران ان کے ذخیرۂ الفاظ میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔مثال کے طور پر جہاز رانی کے معاملہ میں جس میں وہ مہارت رکھتے تھے، آپ ان عربی الفاظ کو آسانی سے شناخت کرسکتے ہیں، جن کا ماخذ ہندوستان ہے۔مثال کے طور پر ''ہورتی، (چھوٹی کشتی) ''ہوری'' سے بنا ہے،'بناوی' بنیایا وانک سے بنا ہے اور ''دونیج'' ہندوستانی لفظ' ڈونگی سے اخذ کیا گیا ہے۔

21.7 روم کے ساتھ ہندوستانی روابط

مغربی میں جن مصنوعات کی زبردست مانگ تھی اس کا غالب حصہ جنوبی ہندوستان سے برآمد کیا جاتا تھا۔ درحقیقت عیسائی عہد کی پہلی تین صدیوں میں مغرب اور خاص طور سے رومی سلطنت کے ساتھ سمندری راستوں سے تجارت زوروں پر تھی جو ہندوستان کا بہترین گاہک تھا، یہ تجارت زیادہ تر جنوبی ہند سے ہوتی تھی اور اس کا ثبوت ادبی وسائل اور خاص طور سے کوئمبٹور اور مدورائی سے دریافت ہونے والی رومی سکون دونوں سے ملتا ہے۔ کالی مرچ، پان، مسالے، خوشبوئیات اور قیمتی پتھر مثلاً زمرد، گوہر، ہیرے، لعل، نیلم، موتی، ہاتھی دانت ریشم اور ململ کی مغرب میں زبردست مانگ تھی۔ روم سے ہندوستانی کی یہ تجارت معاوضے کے طور پر سونے کو ہندوستان لاتی تھی، جس سے تجارت میں اس کی ایک سازگار پوزیشن بن گئی اور اس دور کے کشان حکمرانوں نے سونے کی ایک پائدار کرنسی تیار کی۔ تمل راجاؤں نے لڑائی کے میدان میں اور مدورائی کے صدر دروازے کی حفاظت کے لیے ''یونوں'' کو بھی تعینات کیا تھا۔ قدیم ہندستان میں مغربی ایشیا اور بحر اوقیاس کے خطوں، جن میں یونان اور روم بھی شامل تھے، سے تعلق رکھنے والے کو ''یون'' کہا جاتا تھا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ ''یون'' باڈی گارڈوں میں سے غالباً رومی سپاہی مراد ہے۔

اس وقت تک کاویری پٹنم بیرونی تجارت کے ایک انتہائی اہم مرکز میں تبدیل ہو چکا تھا۔ کاویری پٹنم کے ساحلوں پر ابھرے ہوئے، پلیٹ فارم گودام اور ذخیرہ گاہیں تعمیر کی گئی تھیں، جن کا مقصد بحری جہازوں کے ذریعہ آئے ہوئے سازوسامان کو اسٹور کرنا تھا۔ ان اشیاء پر کسٹم کی ادائیگی کے بعد چول راجاؤں کی شیر کی علامت کی مہر لگائی جاتی تھی اور پھر ان کو تاجروں کی ذخیرہ گاہوں میں پہنچا دیا جاتا تھا، جن کو ''پٹینا پلائی'' کہا جاتا تھا۔ اس کے نزدیک ہی یوان سوداگروں اور غیر ملکی تاجروں کی عارضی قیام گاہیں تھیں جو مختلف زبانیں بولتے تھے۔ ان کی آسانی اور سہولت کے لیے پاس میں ایک بڑا بازار تھا، جہاں تمام ضروری اشیاء فراہم ہوتی تھیں۔ اس بازار میں خوشبودار منجن اور پاؤڈر، پھولوں اور اگربتیوں کے فروخت کنندگان، ریشم اون اور سوتی کپڑے سینے والے درزی، صندل، مونگے، موتی، سونے اور قیمتی پتھروں کے سوداگر، اناج کے آڑھتی، دھوبی، مچھلی اور نمک کے دوکاندار، قصائی، لوہار بڑھئی، کس زنار، پینٹر، مجسمہ سازی، موچی اور کھلونا ساز سب دستیاب تھے۔ اس بازار میں سمندر سے دور کے علاقوں سے گھوڑے بھی فروخت کے لیے لائے جاتے تھے۔

اس میں سے زیادہ تر اشیاء کو درآمد کی غرض سے جمع کیا جاتا تھا۔ پلینی کے مطابق ہندوستان کی بر آمدات میں کالی مرچ اور ادرک شامل تھی، جو اپنی اصل قدر سے سوگنا زیادہ منافع دیتی تھیں۔ اس کے علاوہ اگربتی، مسالوں اور خوشبائیات بھی ہندوستانی سے بڑی مقدار میں برآمد کی جاتی تھیں۔ اس مصنوعات کا

نوٹس

استعمال روم کی پُرتعیش زندگی میں ہوتا تھا۔

غیر ملکیوں کے ساتھ تجارت کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ اس سفیروں کی اس بڑی تعداد سے سمجھا جا سکتا ہے، جس کو ہندوستانی راجہ بیرون ملک بھیجتے تھے، یا جو بیرونی ملکوں سے ہندوستانی راجاؤں کے دربار میں آتے تھے۔ ایک پانڈیہ راجہ نے پہلی صدی عیسوی میں اپنے ایک سفیر کو روم کے بادشاہ اگسٹس کے دربار میں بھیجا تھا۔ 99ء کے بعد ٹرائے میں بھی سفیر بھیجے گئے۔ ٹراجن، انٹونومس، پوئس، انشیمان اور دوسرے سفیروں نے مختلف ہندوستانی راجاؤں کے درباروں کی ستائش کی ہے۔

روم کے ساتھ تجارت کا حجم اتنا زیادہ تھا کہ اس کی رواں دواں حرکت کو آسان بنانے کے لیے مغربی ساحل پر سوپارا اور باریگزا (بروچ) کی بندرگاہیں اور مشرقی ساحل پر کورا منڈل کی بندگاہ تعمیر کی گئیں تا کہ گولڈن چیر سونیز (سورن بھومی) اور گولڈن چیرسی (سورن دویپ) کے ساتھ تجارت کی جا سکے۔ چولی راجاؤں نے اپنی بندرگاہوں کو روشنی کے میناروں سے آراستہ کیا، جس پر رات کے وقت بحری جہازوں کی بندرگاہوں تک رہنمائی کے لیے الاؤ روشن کیے جاتے تھے۔ پانڈیچری کے نزدیک ایک جگہ اریکا میڈو مشہور اطالوی ظروف، جنھیں اریٹائن کہا جاتا تھا، کے نمونے ملے ہیں، جن پر اطالوی ظروف سازوں کی مہریں لگی ہوئی ہیں اوران کے علاوہ اسی جگہ سے رومی لیمپوں کے ٹکڑے بھی دریافت ہوئے ہیں۔

آندھرا کے علاقہ سے بھی بیرونی تجارت کے شواہد دریافت ہوئے ہیں۔ اس کی کچھ بندرگاہوں اور علاقوں سے بھی بیرونی تجارت ہوتی تھی۔ چنانچہ پیٹھان (پرانشٹھان) کے شہر سے قیمتی پتھروں، سوتی کپڑوں، ململ اور دوسری اقسام کے کپڑوں کی بیرونی ملک تجارت ہوتی تھی۔ آندھرا کے راجیہ بھاسری نے ایک انوکھے قسم کا سکہ ڈھلوایا تھا، جس ریاست کی سمندر کے راستوں سے تجارت کی علامت کے طور پر بحری جہاز کھدا ہوا تھا۔

21.8 بحری جہاز اور بیرونی تجارت

چنانچہ تجارت ایک انتہائی اہم طریقہ تھا، جس نے ہندوستانی ثقافت کو بیرون ملک پھیلانے میں مدد کی۔ یہاں تک کہ انتہائی قدیم ادوار میں بھی ہمارے بحری جہاز وسیع کے لیے سمندروں میں سفر کر سکتے تھے اور کئی ملکوں کے ساتھ کاروباری روابط قائم کرنے کے لیے بیرونی سواحل تک پہنچ سکتے تھے۔ پڑوسی ملکوں کے ادب، آرٹ اور مجسمہ سازی ہندوستانی ثقافت اور تہذیب کے اثر کو واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سورنیام اور کیریبین جزائر میں بھی، جو اتنے ہی دور دراز کے فاصد پر واقع ہیں جتنے کہ امریکی سواحل، قدیم ہندوستانی ثقافت کے شواہد ملے ہیں۔

سمدرگپت (340-380) نہ صرف یہ کہ ایک بہت بڑی زمینی فوج تھی، بلکہ اس کی ایک مضبوط بحریہ بھی

نوٹس

تھی۔ٹرانس گنگائی جزیرہ نما اور ملایا مجمع الجزائر میں دریافت کردہ کچھ کتبات سے گپتا راجاؤں کے عہد میں ہندوستانی جہاز رانوں کی سرگرمیوں کے شواہد ملے ہیں۔ ہیون تسانگ، جس نے راجہ ہرش وردھن کے دور حکومت (606-647) میں ہندوستان کی سیاحت کی تھی، ان ادوار میں ہندوستان کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ چول راجاؤں نے ایک مضبوط بحریہ تیار کی تھی، جس کے ذریعہ وہ سمندر پار کے علاقوں پر حملے کرتے تھے۔

پرتگالیوں کا یہ کہنا تھا کہ ہندوستان میں بعض سوداگروں کے پاس تقریباً 50 بحری جہاز تھے۔ ان کے مطابق سوداگروں کے پاس اپنے بحری جہازوں کی موجودگی ایک عام بات تھی۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب سے متعلق مغرب میں مختلف جگہوں سے دریافت ہوئیں، بعض اشیا یہ ثابت کرتی ہیں کہ تیسرے ہزار سالہ قبل مسیح میں مصری اور میسو پوٹا میائی تہذیب کے ساتھ ہندوستان کے تجارتی اور ثقافتی تعلقات موجود تھے۔ ہندوستان کے قدیم یونان، ایران اور روم کے ساتھ بھی روابط تھے، جس کی وجہ سے ثقافتی، مذہبی اور سماجی تصورات کے تبادلے میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ رومی سلطنت کے ساتھ بڑھتے ہوئے تجارتی تعلقات کی تصدیق رومی مورخ پینی نے بھی کی ہے، جس نے روم سے ہندوستان میں سرمائے کی منتقلی پر افسوس ظاہر کیا۔

21.9 ان روابط سے ہندوستان نے کیا سیکھا

ہندوستان نے غیر ملکیوں سے کئی چیزوں کو سیکھا۔ مثال کے طور پر اس نے یونان اور روم کے عوام سے سونے کے سکوں کی ڈھلائی سیکھی، چین سے ریشم بنانے کا ہنر سیکھا۔ اس نے انڈونیشیا سے پانی کی کاشت کا علم حاصل کیا۔ اس نے بیرونی ملکوں کے ساتھ تجارتی روابط قائم کے جو مختلف ملکوں کے آرٹ اور ثقافت کا رنگ ہندوستانی ثقافت میں چھلکتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہندوستانی ثقافت کے آثار دوسرے ملکوں میں بھی نظر آتے ہیں۔

متن پر مبنی سوالات 21.4

1۔ ہندوستان اور عرب کے درمیان معاشی تعلقات کتنے پرانے ہیں؟

2۔ عرب کے کچھ مشہور سیاحوں کے نام بتایئے؟

نوٹس

3۔ عرب دنیا میں ہندوستان کے علم فلکیات سے متعلق دو کتابوں کے نام بتایئے۔

4۔ عربوں کے لیے ریاضی کے میدان میں ہندوستان کا حصہ کیا تھا؟

5۔ ''سوشرت سمہیتا'' کا عربی زبان میں ترجمہ کس نے کیا؟

6۔ کس کے ایما پر ادویات اور علاج معالجے سے متعلق کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا؟

7۔ عربوں نے ہندوستانی معلومات کے کن دیگر میدانوں کا مطالعہ کیا؟

8۔ ہندوستان میں رومی سکے کہاں سے دریافت کیے گئے؟

9۔ عرب میں کون سی چیزوں کی زبردست مانگ تھی؟

10۔ کشان حکومت کے لیے سونے کی پائدار کرنسی کس طرح تیار کی گئی؟

11۔ ''یون'' کون تھے؟

12۔ قدیم ہندوستان میں ''یونوں'' کا کیا کام تھا؟

13۔ مشہور اطالوی ظروف اریٹین کے نمونے ہندوستان میں کہاں دریافت کیے گئے؟

14۔ آندھرا کے کس راجہ انوکھی قسم کا سکہ جاری کیا، جس پر ریاست کی بحری راستوں سے تجارت کی علامت کے طور پر بحری جہاز کی شبیہ کھدی ہوئی تھی؟

نوٹس

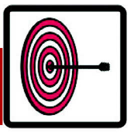

آپ نے کیا سیکھا

- قدیم ادوار میں ہندوستانی ثقافت دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف طریقوں سے پھیلی۔
- ہندوستانی یونیورسٹیاں اپنے تعلیمی معیاروں کے لیے مشہور تھیں، جس کی وجہ سے کئی ملکوں کے طلباء یہاں حصولِ تعلیم کی غرض سے آتے تھے۔ یہ طلباء ہندوستانی ثقافت کو پھیلانے میں ذریعہ کا کام کرتے ہیں۔
- سنسکرت/ بودھ ادب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ ہندوستانی ثقافت کو پھیلانے کا سب سے سے موثر ذریعہ بنا
- ان ملکوں میں جہاں ہندوستانی ثقافت اور مذہب پہنچا خانقاہیں اور مندر تعمیر کیے گئے۔
- ہندوستانی آرٹ کی طرزوں کو کئی ملکوں کے آرٹسٹوں نے اپنایا۔
- ہندوستانی رزمیے کئی ملکوں میں مشہور ہیں۔ رامائن اور مہا بھارت جنوب مشرقی ایشیائی ملکوں میں کافی مقبول ہیں۔
- سری لنکا کو بودھ مت کو اپنانے والا پہلا ملک تھا۔
- ہندوستانی رسم الخط براہمی جنوب مشرقی ایشیائی ملکوں کے کئی رسم الخط کا ماڈل ہے۔
- ان ملکوں میں دریافت کی گئی بڑی تعداد میں سنسکرت کتابات ہند۔ ایشیائی ثقافتی روابط کی تاریخ کا ایک اہم وسیلہ ہے۔
- برما، تھائی لینڈ، سری لنکا اور کمبوڈیا بودھ مت موجودہ مذہب ہے۔
- عرب تہذیب کے لیے ہندوستان کا ایک اہم حصہ ریاضی ہے۔

اختتامی سوالات

1۔ وہ کون سے مختلف طریقے تھے، جن کے ذریعہ ہندوستانی ثقافت بیرونی ملک پھیلی؟

2۔ ہندوستانی ثقافت کو بیرون ملک پھیلانے میں ہندوستانی یونیورسٹیوں کا کیا رول تھا؟

3۔ بودھ مت جنوب مشرقی ایشیائی ملکوں میں مذہب امن کے طور پر کس طرح پہنچا؟

4۔ تھائی لینڈ میں ہندوستان ثقافت کے بارے میں بیان کیجیے۔

5۔ انڈونیشیا کی مذہبی تعمیرات کے بارے میں لکھیے؟

6۔ رومی سلطنت کے ساتھ ہندوستان کے تجارتی تعلقات کے بارے میں مختصر طور پر لکھیے۔

7۔ قدیم ہندوستان سمندروں اور بیرونی تجارت کے بارے میں گہری واقفیت رکھتا تھا، تبادلۂ خیال کیجیے۔

نوٹس

متن پر مبنی سوالات کے جوابات

21.1

1۔ تاجر، اساتذہ، سفیر اور مشنریاں

2۔ نالندہ اور ولابھی یونیورسٹیاں

3۔ تارنتھ، ایک تبتی اسکالر

4۔ کیشیپ مرتنگ اور دھرمارک شتا

5۔ وہ راجہ کی درخواست پر کچھ کتابوں کا ترجمہ کرنے چین گیا تھا۔

6۔ وہ لوگ جو ہندوستان سے باہر گئے اور یوروپ گھرے پھرے یا وہاں بس گئے وہ بیرون ملک ہندوستانی ثقافت کے سفیر تھے۔

21.2

1۔ اس لیے کہ ریشم چین کی خاص تجارتی مصنوعات تھی۔

2۔ کوچی وسطی ایشیا میں ہے۔ یہ ہندوستانی ثقافت کا ایک اہم مرکز تھا۔ شاہراہ ریشم یہاں دو حصوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

3۔ کھوتن ایک نخلستانی بادشاہت تھی۔

4۔ دنیا کا مشہور گپھائی کمپلکس

5۔ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں

6۔ ہندوستانی ثقافت کوریا کے راستہ جاپان پہنچی۔ 552 عیسوی میں کوریا کے راجہ بودھ کا مجسمہ، سوتر، عبادت کا ساز و سامان، فنکاروں، مجسمہ سازوں، پیڑوں اور ماہرین تعمیر کو تحفہ کے طور پر جاپانی شہنشاہ کے پاس بھیجا۔

7۔ ایک رسم الخط جس میں منتر اور حروف تہجی لکھے جاتے تھے اور اس کو شٹن کے نام سے جانا جاتا تھا۔

8۔ 96,000 سنسکرت کتابیں

21.3

1۔ مہاویرا اور ابھیہ گری

2۔ اشوک نے اپنے بیٹے مہندر اور بیٹی سنگھامترا کو ایک وفد کے ساتھ سری لنکا بھیجا تھا۔ گیا کے بودھی درخت کی ایک ٹہنی کو یہاں بویا گیا تھا۔

3۔ پالی

4۔ اس کو وشنو کا مسکن مانا جاتا تھا۔

5۔ ان کو سومیرو پہاڑ کی پانچ چوٹیاں کہا جاتا تھا۔

6۔ راجہ سوریہ ورمن کی تجسیم وشنو کے طور پر کی گئی تھی۔ اس نے اپنے قابل ستائش کارناموں کے لیے سورگ میں جگہ پائی تھی۔

7۔ یہ ایک مربع میل کے اندر تعمیرات کا سلسلہ ہے، جس میں چاروں طرف ایک گہری خندق ہے، جو اس کی کشش کو اور زیادہ بڑھا دیتی ہے۔

8۔ اس مندر کی دیواروں پر رامائن اور مہابھارت کے مناظر کھدے ہوئے ہیں۔

9۔ سمدر منتھن کے مناظر (سمندر کی ہلچل یا بلونے کا منظر)

10۔ رام اور راون کے ذریعہ، کیلاش پربت پر پاروتی کے ساتھ شیو اور کام دیو کی تباہی کے مناظر

11۔ اندر پور، امراوتی، وجیا، کوتھارا، پانڈورنگ

12۔ کیدھا اور ویسلی کے علاقہ میں

13۔ ترشول کے ساتھ عورت کی تصویر، نندی کا سر، درگا کی ابھری ہوئی شبیہ، گنیش اور شولنگ

14۔ کچھ الفاظ ہیں سورگ، رس، گن، ڈھاڈا، منتری، دھیپاتی، لکشیہ

15۔ سب سے اہم کتبہ لانگور سے دستیاب ہوا۔

16۔ پچاس سے زیادہ مندر

17۔ جاوا کے جزیرے پر سب سے بڑا شیو مندر ہے، جسے پرم بانن کہا جاتا ہے۔

18۔ وہاں شیو، وشنو اور برہما کے واہنوں کے مندر ہیں۔

19۔ آٹھ بڑے مندر جو دوسو چالیس چھوٹے مندروں سے گھرے ہوئے ہیں۔

20۔ رامائن اور کرشن

21۔ پانچ سو سے زیادہ بھجن جو شیو، برہما، درگا، گنیش، بودھ اور دوسرے کئی دیوی دیوتاؤں سے منسوب ہیں دریافت کیے گئے۔

21.4

1۔ اس کا آغاز 9 ویں صدی عیسوی میں ہوا۔

2۔ سلیان سوداگر، المسعودی، ابن ہوقل، الادریسی

نوٹس

3- (a) برہم،اسفوت،سدھانت جس کو بہتر طور پر عربی میں سندین کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(b) کمانڈھاڈائک اس کو ارقند کے نام سے جانا جاتا ہے۔

4- صفر کے ساتھ اعشاری نظام

5- منسخ

6- خلیفہ ہارون رشید

7- سانپ کے زہر جانوروں کے علاج اور منطق، فلسفہ، اخلاقیات، سیاسیات اور علم حرب سے متعلق کتابیں۔

8- کوئمبتور اور مدورائی میں

9- کالی مرچ، پانی، مسالے،عطریات قیمتی پتھر لعل،موتی، ہیرے، روبی، ہاتھی دانت، ریشم اور ململ جیسی مصنوعات۔

10- روم کے ساتھ تجارت سے سونا ہندوستان آیا۔اس سے کشان حکومت کے لیے ایک پائدار طلائی کرنسی تیار ہوئی۔

11- مغربی ایشیا اور بحرِ اوقیانوس سے تعلق رکھنے والے لوگ،جس میں یونان اور رومی بھی شامل تھے۔

12- لڑائی کے میدانوں میں خیموں اور مدورائی کے گیٹوں کی حفاظت

13- پانڈیچری کے نزدیک اریکامیڈو نامی جگہ پر

14- تجنساری